خطبہ غدیر خم

اور

اہلِ بیتؓ کے حقوق

www.KitaboSunnat.com

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

دار ابی الطیب

للبحث والتحقیق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ غدیر خم اور اہل بیتؑ کے حقوق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

- ابتدائیہ.....حافظ شاہد رفیق ---------- 7
- آغاز کتاب ---------- 13
- آنحضرت ﷺ اور قربِ اجل کے اشارے ---------- 13
- طوافِ وداع اور مکہ مکرمہ سے واپسی ---------- 17
- غدیرِ خُم میں قیام ---------- 18
- خطبے کا پس منظر ---------- 18
- خطبۂ غدیرِ خُم ---------- 20
- نبی مکرم ﷺ کی مختلف مواقع پر نصیحتیں ---------- 24
- خطبۂ غدیرِ خُم سے غلط استدلال ---------- 26
- عید غدیرِ خُم کا آغاز ---------- 26
- ولی اور مولیٰ کے معنی ---------- 28
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان حکم تھا یا خبر؟ ---------- 31
- حکم مراد لینے پر متعدد اشکالات ---------- 32
- تقرِ خلیفہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف ---------- 34
- آنحضرت ﷺ نے کسی کو نام زد نہیں فرمایا ---------- 39
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پہلو تہی ---------- 41

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- حضرت حسن بن حسن بن علی کا بیان ---- 42
- ضروری تنبیہ ---- 43
- اہلِ بیت کے علاوہ انصار صحابہ کے بارے میں وصیت ---- 45
- حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی گفتگو ---- 46
- اہلِ بیت میں سے کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار نہیں کیا ---- 48
- حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کے مشیر تھے ---- 48
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلفائے ثلاثہ کی منقبت کا اعتراف ---- 51
- ان کا یہ قول ان سے اسّی راویوں نے نقل کیا ہے ---- 51
- خلاصۂ کلام ---- 54
- لمحۂ فکریہ ---- 55
- اہلِ بیت کون ہیں؟ ---- 56
- قرآن پاک میں تحریف کا شیعی اظہار ---- 61
- آیتِ تطہیر کا شانِ نزول ---- 63
- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا فرمان ---- 68
- کیا ازواجِ مطہرات پر صدقہ حرام نہیں؟ ---- 69
- آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کون کون ہیں؟ ---- 70
- **اہلِ بیت اور آل کے حقوق** ---- 78
- ① صدقہ کے بجائے خُمس ---- 78
- ② اہلِ بیت سے محبت ---- 84
- ③ تیسرا حق ''صلاۃ'' ---- 93

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ④ ازواجِ مطہرات کا اختصاص ---------- 96
- ⑤ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ ---------- 98
- ⑥ صحابہ کرام اور دیگر اہلِ بیت ---------- 102
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت ---------- 102
- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت ---------- 103
- قرابت داروں سے دعا کروانا ---------- 106
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب سب سے افضل ہے ---------- 107
- ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ---------- 108
- مالِ غنیمت کی تقسیم اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ---------- 109
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ---------- 110
- وفات کے بعد بھی اہلِ بیت کا لحاظ ---------- 112
- حضرت عمر بن عبدالعزیز اور قرابت دار ---------- 113
- حضرت زید رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت ---------- 116
- سیدہ عائشہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہما ---------- 116
- سیدنا عمر اور سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہم ---------- 117
- حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا احترام ---------- 118
- حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد باقر رحمہ اللہ ---------- 120
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ---------- 120
- حضرت عتاب رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت ---------- 121
- محدثینِ کرام اور اہلِ بیت ---------- 122

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- امام احمد رحمہ اللہ اور قرابت دار ---------- 123
- امام مالک رحمہ اللہ اور قرابت دار ---------- 125
- سادات سے حیوانات تعرض نہیں کرتے ---------- 126
- سادات کا لباس ---------- 127
- اختتامیہ ---------- 127

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

اہلِ سنت اور اصحاب الحدیث کو اللہ تعالیٰ نے عقیدہ و منہج میں حسنِ اعتدال اور وسطیت سے نوازا ہے جس کا ثبوت ان کے تمام عقائد ونظریات اور اقوال و اعمال میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ دیگر عقائد کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت بھی ان کے یہاں اِفراط وتفریط سے ہٹ کر سلامتیِ فکر اور بلا استثناء سب کے ساتھ عقیدت ومحبت کا رشتہ موجود ہے۔ وہ تمام اصحابِ رسول اللہ ﷺ کا یکساں احترام کرتے ہیں اور کسی کے متعلق غلو یا توہین وتنقیص کو ناروا سمجھتے ہیں جیسا کہ خوارج اور روافض کا طرزِ عمل ہے۔

اہلِ سنت اور روافض کے مابین ایک مختلف فیہ مسئلہ نبی مکرم ﷺ کی جانشینی اور خلافت کا ہے جسے شیعہ سنی نزاع کی بنیاد بھی کہا جا سکتا ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ارشاداتِ نبویہ اور اجماعِ صحابہ (بشمول اہلِ بیت) کی بنا پر خلیفہ بلا فصل تسلیم کرتے ہیں، جبکہ اہلِ رفض بزعمِ خویش سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو منصوص خلیفۂ اول مانتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت یہ مذموم نظریہ رکھتے ہیں کہ انھوں نے (معاذ اللہ) ظلم و تعدی کا ارتکاب کرتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلافت نہیں سونپی۔ اس سلسلے میں رافضہ کے بنیادی دلائل میں ایک ''حدیثِ غدیرِ خُم''[1] بھی ہے

---

[1] ''غدیرِ خُم'' (غدیر کا معنی کنواں اور خُم جگہ کا نام ہے) مکہ مکرمہ سے مدینہ شریف کے راستے میں واقع جحفہ سے ۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ نبی اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر مدینہ آتے ہوئے یہاں قیام کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب بھی کیا جس میں اہلِ بیت بالخصوص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان فرمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس میں، ان کے مطابق، نبی مکرم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین (وصی) نامزد کیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انھیں خلافت سونپ دینے کی تلقین کی تھی۔

زیرِ نظر کتاب میں روافض کی اسی مزعومہ دلیل کا علمی جائزہ لیا گیا ہے اور ان کے موہوم استدلال کی حقیقت طشت از بام کی گئی ہے۔

کتاب کے آغاز میں مولفِ گرامی قدر حضرۃ العلام مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے تفصیل سے اس حدیث کا پس منظر اور شانِ ورود ذکر کیا ہے کہ آخر کیوں نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع جیسے عظیم اجتماع اور مکہ مکرمہ جیسے مرکزی مقام کے بجائے مکہ مکرمہ سے واپس آتے ہوئے ایک جگہ صرف مدنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اہلِ بیت بالخصوص سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنے اور ان کے حقوق کی پاسداری کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور اس کی بنیادی وجہ محض سفر میں پیش آنے والا ایک واقعہ اور اس کے نتیجے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بعض افرادِ صحابہ کے دل میں پیدا ہونے والی وقتی ناراضگی تھی۔ اس کا امرِ خلافت اور اپنا جانشین نامزد کرنے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

حقیقت بات یہ ہے کہ ایک باشعور انسان اگر خالی الذہن ہو کر یہی تفصیل ملاحظہ کر لے تو اس کے سامنے روافض کے مزعوم دعوے کی حقیقت کھل جاتی ہے، پھر آگے جب کتاب میں خطبۂ غدیرِ خُم کا مکمل متن، جسے مولفِ گرامی نے کئی موثوق مصادر سے نقل کیا ہے، قاری کی نظروں سے گزرتا ہے تو اس ''دلیل'' کی رہی سہی حیثیت بھی ختم ہو جاتی ہے اور ایک سلیم الفطرت شخص روافض کے مدعا کو ایک بلا جواز پروپیگنڈا مانے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے اس خطاب میں صرف اہلِ بیت کے حقوق کو ملحوظ رکھنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے کے سوا، جس کا ایک مخصوص سبب تھا، امرِ ولایت وخلافت کے متعلق کوئی ایک لفظ بھی ارشاد نہیں فرمایا اور نہ اشارے کنائے ہی میں کبھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس بات کی تعلیم فرمائی کہ میرے بعد تم نے علی رضی اللہ عنہ کو میرا جانشین بنانا ہے۔

علاوہ ازیں اگر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیرِ خم یا کسی بھی موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ مدت العمر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وصیت کا ذکر نہیں کیا اور جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بننے کا کہتے ہیں تو نہ صرف آپ منصبِ خلافت سنبھالنے سے انکار کر دیتے ہیں، بلکہ ان سے جان چھڑا کر ایک جگہ چھپ جاتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر واقعی آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق خلافتِ نبوی کی کوئی وصیت موجود تھی تو پھر یہ کراہت اور فرار کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شانِ صحابیت میں قدح نہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو آپ کو ایک امر کی وصیت کی ہو مگر آپ اسے نہ صرف صراحتاً ترک کر دیں بلکہ جان چھڑا کر بھاگ نکلیں؟!

حتی کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلافات کے وقت بھی انھوں نے کبھی ایسی کوئی وصیتِ نبوی بیان نہ کی کہ مجھے تو نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وصی مقرر کیا تھا، پھر تم کیوں مجھ سے جھگڑا کرتے ہو؟!

بلکہ حضرت علی تو ہمیشہ خلفائے ثلاثہ کے معاون و مشیر بن کر رہے اور ان کے مابین محبت و مودت کا تعلق بھی قائم رہا، حتی کہ انھوں نے اپنی لختِ جگر سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ بھی خلیفۂ دوم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی جس کا ثبوت شیعہ سنی مصادر میں موجود ہے۔

قارئین دورانِ مطالعہ ان تمام اور دیگر دلائل کو ملاحظہ کریں گے کہ مولفِ گرامی قدر نے بڑی دقتِ نظری سے اہلِ رفض کے اس روایت سے بے بنیاد استدلال کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے اور جا بجا اہل السنہ کے علاوہ شیعی مصادر سے بھی ایسے شواہد پیش کیے ہیں جو ان کے دعوے کی نفی کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث غدیرِ خُم میں چونکہ نبی مکرم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے رشتۂ مودت استوار رکھنے کے علاوہ اہلِ بیت کے حقوق کی پاسداری کرنے کی بھی تلقین کی تھی، اس لیے مولانا اثری حفظہ اللہ نے زیرِ نظر رسالے میں اس پہلو پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی ہے جس میں پہلے تو اہلِ بیت کا مصداق ذکر کیا اور بتایا کہ اہلِ بیت میں کون کون سے افراد شامل ہیں، ساتھ ہی اس کے متعلق پیدا کردہ اشکالات کا تنقیدی جائزہ لیا، پھر بیان کیا ہے کہ امتِ مسلمہ پر اہلِ بیت کے کیا کیا حقوق عائد ہوتے ہیں جن کو ادا کرنا ضروری ہے۔

یہاں مولفِ گرامی قدر نے بڑی تفصیل سے بتایا ہے کہ خلفائے راشدین سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس قدر اہتمام کے ساتھ اہلِ بیت کے رشتۂ احترام کا لحاظ رکھا اور وہ ان کو ہمیشہ اپنے خونی رشتے داروں پر بھی ترجیح دیتے رہے، مبادا ان کے احترام میں کوئی فرق آ جائے۔ اس سلسلے میں سیدنا ابوبکر، حضرت عمر فاروق، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو حیران کن واقعات قارئین کے مطالعہ میں آئیں گے، یقیناً ان سے بعض اشکالات کی حقیقت بھی واضح ہو جائے گی اور ساتھ ہی یہ منہج بھی عیاں ہوگا کہ صحابہ و تابعین کے نزدیک اہلِ بیت اور ان کے جملہ افراد کو نہایت بلند مقامِ تکریم حاصل تھا اور یہی اہل السنہ کا عقیدہ ہے جو رافضیت و ناصبیت کی دونوں انتہاؤں سے ہٹ کر وسطیت کے داعی اور اسی پر عامل ہیں۔

باقی رہا کتاب کے مندرجات کی وثاقت اور استنادی حیثیت تو اس کے لیے استادِ گرامی مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا نام ہی ایک معتبر حوالہ اور تحقیق کا آئینہ دار ہے۔ مجھ ہیچ مدان کا ان کی شخصیت پر کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے۔ بلاشبہ انھوں نے نہایت تحقیق اور اہل السنہ کے علاوہ شیعہ کے معتبر مصادر سے اس اختلافی مبحث کو مدلل صورت میں قارئین کے سامنے نکھار کر پیش کیا ہے جس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقیناً ہماری معلومات میں اضافہ بھی ہوگا اور بہت سے لوگوں کے قلوب و اذہان میں جاگزیں شبہات کا بھی ازالہ ہوگا۔ شکر اللہ سعیہ و جعلہ في میزان حسناتہ.

پہلے یہ رسالہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور (۷/اگست ۲۰۲۰ء...تا...یکم اکتوبر ۲۰۲۰ء) میں قسط وار شائع ہوا تھا۔ بعد ازاں اشاعت سے قبل مولفِ گرامی نے اس کی مراجعت کے وقت کئی اضافے کیے جس سے کئی مفید اشیاء کا اضافہ ہوگیا۔ ہم کتاب کے مولف حضرۃ العلام مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے ممنون ہیں جنھوں نے ہمیں اس قیمتی کتاب کی اشاعت کی اجازت دی۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے اور صحت و عافیت سے نوازے۔ ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے اور وہ اسی طرح تحقیقی جواہر لٹاتے اور طالبانِ حق کی پیاس بجھاتے رہیں۔

نیز اس کتاب کی طباعت و اشاعت کا اہتمام کرنے والے لجنۃ القارہ الہندیہ کویت کے سرپرست شیخ فلاح خالد المطیری حفظہ اللہ اور مرکز دعوۃ الجالیات کویت کے رئیس مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ کو بھی اجرِ جزیل عطا کرے جن کی وساطت سے یہ کتاب شائع ہورہی ہے۔ جزاھم اللہ خیرا وبارك فیھم.

والسلام

حافظ شاہد رفیق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے آخری حج، جو ''حجۃ الوداع'' کے نام سے بھی معروف ہے، دس ہجری میں کیا۔ اس سے قبل آخری رمضان المبارک ہی میں کچھ آثار نمایاں ہونے لگے تھے کہ شاید آئندہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں رمضان المبارک نہ آپائے، کیوں کہ آخری رمضان المبارک میں خلافِ معمول جبریل علیہ السلام نے نبیِ کریم ﷺ سے دو بار قرآن مجید کا دَور کیا۔

قربِ اجل کے اشارے:

- چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

« إن جبريل كان يعارضه بالقرآن كل سنةٍ مرةً، وإنه قد عارضني به العام مرتين، ولا أرى الأجل إلا قد اقترب، فاتقي اللّٰه واصبري »[1]

''بے شک جبریل علیہ السلام ہر سال مجھ سے قرآن مجید کا ایک بار دَور کرتے تھے، اس سال انھوں نے دو بار دَور کیا ہے اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ میری موت قریب ہے، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا۔''

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ سے ہر سال ایک بار قرآنِ مجید کا دَور کیا جاتا تھا، مگر جس سال آپ فوت ہوئے اس میں دو بار دَور کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ ہر سال دس دن اعتکاف کرتے تھے، پھر جس سال آپ فوت ہوئے اس

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٢٨٥، ٦٢٨٦، ٣٦٢٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٤٥٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سال بیس دن اعتکاف فرمایا۔''[1]

- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یومِ نحر پر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اونٹنی پر دیکھا، آپ ﷺ کنکریاں مار رہے تھے اور فرما رہے تھے:

« لتأخذوا مناسككم، فإني لا أدري لعلي لا أحج بعد حجتي هذه »[2]

''اپنے حج کا طریقہ سیکھ لو! کیونکہ میں نہیں جانتا، شاید میں اپنے اس حج کے بعد حج نہ کرسکوں۔''

سنن ابن ماجہ وغیرہ کے الفاظ ہیں:

« لتأخذ أمتي نسكها، فإني لا أدري لعلي لا ألقاهم بعد عامي هذا »[3]

''میری امت کو چاہیے کہ اپنے حج کا طریقہ سیکھ لے! کیونکہ مجھے معلوم نہیں شاید میں اس سال کے بعد ان سے (حج میں) ملاقات نہ کرسکوں۔''

- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا:

"وودّع الناس، فقالوا: هذه حجة الوداع"[4]

''اور لوگوں کو الوداع کہا۔ اسی سے لوگ اس حج کو ''حجۃ الوداع'' کہنے لگے۔''

لوگوں کو الوداع کہنے کے معنی یہ لیے گئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے خطبے میں

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٩٩٨، ٢٠٤٤)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢٩٧)

[3] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٣٠٢٣)

[4] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧٤٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو الوداعی وصیتیں کیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا۔ اس سے انھوں نے ''حجۃ الوداع'' کا مفہوم اخذ کیا ہے۔[1]

- حجۃ الوداع ہی میں ۹/ ذوالحجہ بروز جمعہ یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلٰمَ دِيْنًا ﴾ [المائدة: ٣]

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔''

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اپنی کتاب میں ایک آیت ایسی پڑھتے ہیں کہ اگر ہم یہودیوں کی کتاب میں یہ آیت نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کون سی آیت؟ اس نے کہا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس دن اور جگہ کو جانتے ہیں جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں تھے اور جمعہ کا دن تھا۔[2]

اس آیت میں ''اکمالِ دین'' اور ''اتمامِ نعمت'' کا ذکر ہے۔ ''اِتمام'' بحسبِ اجزاء ہوتا ہے کہ اس کے تمام اجزاء مکمل ہیں، اب کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں۔ دین نام کی چیز اس کے بعد اور کوئی نہیں اور مسلمان اس کے علاوہ کسی اور دین کے محتاج نہیں ہیں۔ اور ''اِکمال'' بحسبِ اوصاف ہوتا ہے کہ تمام بھلائیاں اور امورِ خیر مکمل کر دیے گئے ہیں اور اس سے جو غرض و غایت مقصود تھی وہ مکمل ہو گئی ہے اور دینِ اسلام بھیجنے کا جو فیصلہ تھا وہ آج پورا ہو گیا ہے۔

---

[1] فتح الباري (١٠٧/٨)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ اسی موقع پر، جیسا کہ ایک ضعیف حدیث میں ہے، منیٰ میں ایامِ تشریق کے وسط میں سورۃ النصر نازل ہوئی۔ [1]

علامہ قرطبی رحمہ اللہ وغیرہ نے تو ذکر کیا ہے کہ اس سورت کا نام ''سورۃ التودیع'' بھی ہے۔ ''التودیع'' کے معنی ہیں: کسی کو رخصت کرنا۔ اس سورت میں چونکہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے قریب ہونے کا اِشارہ ہے، اس لیے اس کا نام ''سورۃ التودیع'' بھی ہے۔ یہ آخری مکمل سورت ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ سے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ قرآنِ مجید کی آخری مکمل سورت کون سی نازل ہوئی تھی؟ تو میں نے عرض کی: ہاں، ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ ﴾ سب سے آخری سورت ہے۔ انھوں نے فرمایا: ''تم نے سچ کہا ہے۔'' [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں شیوخِ بدر رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ عموماً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بلا لیتے تھے جس پر شیوخِ بدر ناگواری محسوس کرتے کہ ہماری اولاد کو تو نہیں بلایا جاتا، ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بلا لیتے ہیں!

ایک روایت میں ہے کہ یہ اِعتراض کرنے والے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز شیوخِ بدر کی موجودگی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا اور شیوخِ بدر سے پوچھا کہ سورۃ النصر کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ چنانچہ بعض حضرات تو خاموش رہے اور بعض نے فرمایا کہ اس میں ہمارے لیے فتح ونصرت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے اور اِستغفار کرنے کا حکم ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تمھاری بھی یہی رائے ہے؟ تو

---

[1] فتح الباري (٨/١٣٠، ٧٣٤) تفسير ابن كثير (٤/٧٢٨) وغيره

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٠٢٤) فتح الباري (٨/٧٣٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کا اشارہ ہے اور آپ ﷺ کو بتلایا گیا ہے کہ آپ کی اجل قریب ہے، اس لیے اپنے رب کی حمد کہیں اور بخشش طلب کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھی یہی سمجھتا ہوں جو تم نے کہا ہے۔[1]

چنانچہ اسی حکم کی تعمیل میں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے، سجدے اور رکوع میں رسول اللہ ﷺ بکثرت یہ دعا پڑھنے لگے تھے:

«سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي»[2]

''اے ہمارے اللہ! اے ہمارے رب! تُو (ہر عیب سے) پاک ہے۔ ہم تیری تعریف اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اے اللہ! مجھے بخش دے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک روایت میں یہ ہے کہ ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کوئی نماز نہیں پڑھی جس میں یہ نہ پڑھا ہو: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي»[3]

طوافِ وداع اور مکہ مکرمہ سے واپسی:

حج سے فارغ ہوئے تو بروز منگل ۱۳/ ذوالحجہ ۱۰ھ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ زوال کے بعد کنکریاں مار کر منیٰ سے کوچ فرمایا اور وادیِ ابطح (خیف بنی کنانہ) میں فروکش ہوئے۔ اسی کو ''وادیِ محصّب'' بھی کہتے ہیں۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں بنوکنانہ نے قریشِ مکہ کے ساتھ مل کر بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب کے خلاف بائیکاٹ کا معاہدہ کیا تھا۔ اس مقام پر آنحضرت ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٦٢٧، ٤٢٩٤، ٤٤٣٠، ٤٩٤٩، ٦٩٧٠) نیز دیکھیں: فتح الباري (٨/٧٣٥)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٩٤، ٨١٧)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٩٦٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمازیں پڑھیں، پھر کچھ وقت آرام فرمایا اور اس کے بعد اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طوافِ وداع کے لیے تشریف لے گئے۔[1]

صبح کی نماز حرمِ پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ادا کی، پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ طواف سے فارغ ہو کر آپ ﷺ مدینہ طیبہ کی جانب چل پڑے۔ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ طواف کے بعد نبی ﷺ واپس وادیِ ابطح تشریف لے گئے، مگر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی انھوں نے کوئی دلیل ذکر نہیں کی۔[2]

غدیرِ خم میں قیام:

چنانچہ مکہ مکرمہ سے نکل کر ۱۸/ ذوالحجہ ۱۰ھ بروز اتوار رسول اللہ ﷺ "غدیرِ خُم" کے مقام پر پہنچے۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کے راستے پر واقع ہے جو جُحفہ کے قریب ہے۔[3] اور جُحفہ سے ۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں آنحضرت ﷺ نے عظیم الشان خطبہ اِرشاد فرمایا اور اس میں اہلِ بیت، بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے۔

خطبے کا پس منظر:

اس خطبے کا پس منظر یہ تھا کہ ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین سو گھڑ سواروں کا ایک لشکر جنوبی یمن میں قبیلہ مُذحِج کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ ابتدائی طور پر قبیلہ مذحج نے مقابلہ کیا، مگر بالآخر اللہ تعالیٰ نے لشکرِ اسلام کو فتح و نصرت سے نوازا۔ قبیلے کے رؤساء نے اِسلام قبول کیا اور اپنے صدقات و زکات بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیے۔ انھوں نے سارے مال کو پانچ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧٥٦)

[2] البداية والنهاية (٢٠٧/٥)

[3] البداية (٢٠٨/٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصوں میں تقسیم کیا۔ قرعہ اندازی سے رسول اللہ ﷺ کا خصوصی ''خمس'' علاحدہ کر دیا اور باقی مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

اُدھر آنحضرت ﷺ حج کے لیے مکہ مکرمہ آ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب مقامِ فُتق پر پہنچے تو انھوں نے لشکر اور مالِ غنیمت کی ذمے داری حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے سپرد کی اور خود پیش قدمی کر کے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے، تاکہ جلدی سے آنحضرت ﷺ سے جا ملیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ صدقے کے اونٹوں پر سواری کرنے سے روکتے تھے۔ مالِ غنیمت میں یمنی کپڑوں کے ڈھیر تھے۔ مجاہدین نے نئے امیر حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے گزارش کی کہ انھیں دو دو چادریں عطا کر دیں، انھوں نے ساتھیوں کی فرمائش پوری کر دی۔

جب یہ لشکر مقام ''سدرہ'' سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان سے آ ملے، تاکہ لشکر کے پڑاؤ کا بندوبست کر سکیں۔ جب انھوں نے سب لوگوں کو دو دو نئی چادروں میں ملبوس دیکھا تو پہچان گئے کہ یہ تو ''خمس'' کی چادریں ہیں۔ وہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئے کہ میں نے تو ان کے مطالبے پر چادریں نہیں دی تھیں مگر آپ نے دے دیں! چنانچہ مجاہدین سے وہ چادریں واپس لے لی گئیں۔ مجاہدین نے اس کا شکوہ آنحضرت ﷺ سے کیا۔

اُدھر حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بھی مالِ غنیمت کے ایک معاملے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئے، حتیٰ کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے لگا تھا۔[1]

مسندِ امام احمد رحمہ اللہ میں ہے کہ حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں علی رضی اللہ عنہ سے اس قدر بغض رکھتا تھا کہ اس قدر بغض میں کسی سے نہیں رکھتا تھا اور میں قریش کے

[1] صحيح البخاري مع الفتح (٦٦/٨) رقم الحديث (٤٣٥٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوجوانوں سے محبت کرتا تھا اور میں ان سے محبت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کی وجہ سے کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو دریافت فرمایا: ''کیا تُو علی (رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھتا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ''اس سے بغض نہ رکھو اور اگر تم اس سے محبت کرتے ہو تو اس سے بہت زیادہ محبت کرو۔'' حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد سب سے زیادہ میری محبت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوگئی۔ [1]

حضرت بُریدہ ہی نہیں حضرت عمرو بن شاس اسلمی نے، جو اصحاب الحدیبیۃ میں سے تھے، بھی فرمایا کہ میرے ساتھ علی رضی اللہ عنہ نے بے وفائی کی جس کا مجھے رنج تھا۔ [2]

یہ تھے وہ اسباب جن کی بنا پر لشکرِ اسلام کے جاں نثاروں کے دلوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ شکوے پیدا ہو گئے تھے کہ انھوں نے ہمارے ساتھ ظلم و زیادتی کی ہے اور بخل کا مظاہرہ کیا ہے۔ حالانکہ امرِ واقع یہی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف درست تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۸/ ذو الحجہ کو غدیرِ خُم کے مقام پر عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جسے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

خطبۂ غدیرِ خُم:

چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، ہمیں وعظ ونصیحت فرمائی، پھر فرمایا:

« ألا أيها الناس! فإنما أنا بشر، يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب، وأنا تارك فيكم ثقلين: أولهما كتاب الله، فيه الهدى والنور، فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به »

[1] مسند أحمد (٥/ ٣٥١) البداية (٥/١٠٤، ٧/ ٣٤٣)

[2] البداية والنهاية (٧/ ٣٤٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فحث على كتاب اللّٰه ورغب فيه، ثم قال: « و أهل بيتي، أذكركم اللّٰه في أهل بيتي، أذكركم اللّٰه في أهل بيتي، أذكركم اللّٰه في أهل بيتي »[1]

''اے لوگو! میں بے شک انسان ہوں۔ قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اس کی دعوت قبول کر لوں۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں: ان دو میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، پس تم اللہ کی کتاب کو اختیار کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔''

نبی اکرم ﷺ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کے لیے لوگوں کو اُبھارا اور انھیں رغبت دلائی، پھر فرمایا:

''(دوسری چیز) میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں تمھیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں (یعنی اللہ سے ڈرتے رہنا اور میرے اہلِ بیت کا خیال رکھنا)۔''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

« كأني قد دعيت فأجبت. إني قد تركت فيكم الثقلين، أحدهما أكبر من الآخر؛ كتاب اللّٰه وعترتي أهل بيتي، فانظروا كيف تخلفوني فيهما، فإنهما لن يتفرقا حتى يردا علي حوضي » ثم قال: « إن اللّٰه مولاي وأنا ولي كل مؤمن » ثم أخذ بيد علي فقال: « من كنت وليه فهذا وليه. اللّٰهم

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٤٠٨، ٦٢٢٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[1] وال من والاه وعاد من عاداه»

''مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ مجھے بلایا جا رہا ہے تو میں نے ہاں کر دی ہے۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں جن میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے؛ کتاب اللہ اور میری عترت۔ میرے اہلِ بیت کا خیال رکھنا۔ دیکھنا کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے، تا آنکہ یہ دونوں میرے پاس حوض پر آ جائیں گے۔'' پھر فرمایا: ''میرا اللہ مولیٰ ہے اور میں ہر مومن کا دوست ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''میں جس کا دوست ہوں، یہ اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! جو اس سے دوستی رکھے اس سے تُو بھی دوستی رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو تُو بھی اس سے دشمنی رکھ۔''

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔[2]

گویا حالات کے پس منظر میں آنحضرت ﷺ نے اہلِ بیت کے حقوق کی پاسداری کرنے اور ان سے مودّت و اُخوت قائم رکھنے کی تاکید فرمائی، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی اور اُخوت رکھنے کا حکم فرمایا۔ اس کے برعکس ان احادیث سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل پر استدلال:

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا　　بھان متی نے کنبہ جوڑا

کا مصداق ہے۔

---

[1] السنن الكبرى للنسائي، رقم الحديث (٨٠٩٢) المستدرك للحاكم (١٠٩/٣) مسند أحمد (١١٨/١) سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث (١٧٥٠)

[2] البداية (٢٠٩/٥) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (١٧٥٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یاد رہے کہ عرفات میں جو طویل خطبہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا، اس میں بھی آپ ﷺ نے کتاب اللہ کے بارے میں فرمایا:

«قد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده إن اعتصمتم به كتاب الله» [1]

''میں تم میں ایک چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے، وہ اللہ کی کتاب ہے۔''

اس خطبے میں اور بھی نصیحتیں فرمائیں جن کا ذکر احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے، مگر خطبۂ غدیرِ خُم میں کتاب اللہ کے ساتھ تمسک کے علاوہ اہلِ بیت کا پاس لحاظ رکھنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھنے کا جو حکم فرمایا تو اس کا سبب بجز اس کے اور کوئی نہیں جو ہم نے ذکر کیا ہے، بلکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو آنحضرت ﷺ نے خطبے میں فرمایا:

«أيها الناس! لا تشكوا علياً» [2] ''لوگو! علی کا شکوہ نہ کرو۔''

اسی حقیقت کا ذکر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی حدیث میں بھی ہے۔ [3]

یہی سبب امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"أنه لما بعثه إلى اليمن كثرت الشكاة عنه، وأظهروا بغضه فأراد النبي ﷺ أن يذكر اختصاصه به و محبته إياه ويحثهم بذلك على محبته و موالاته وترك معاداته" [4]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢٢٨)

[2] سيرة ابن هشام (٣٥١/٢) البداية (٥/ ٢٠٩)

[3] ملاحظہ ہو: مسند أحمد (٤/ ٤٣٧) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٧١٢) مسند الطيالسي، رقم الحديث (٨٢٩) وغيره

[4] الاعتقاد (ص: ١٨١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''رسول اللہ ﷺ نے جب انھیں یمن بھیجا تو ان کی طرف سے بڑی شکایات پہنچیں اور (ان کے ساتھیوں نے) ان سے بغض کا اظہار کیا تو نبی کریم ﷺ نے چاہا کہ ان کا اپنے ساتھ اختصاص اور ان سے محبت کا ذکر کیا جائے اور ان سے محبت اور دوستی اور ان سے عداوت کو ترک کر دینے کی صحابہ کو ترغیب دی جائے۔''

یہی سبب حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''البداية'' (٥/ ٢٠٨) میں بھی ذکر کیا ہے۔

نبی مکرم ﷺ کی مختلف مواقع پر نصیحتیں:

یہی ایک موقع نہیں جہاں آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نفرت ومخالفت کے دفاع میں خطبہ ارشاد فرمایا ہو، بلکہ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی آپ نے محسوس فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین یا کسی ایک صحابی کے بارے میں نفرت کے جراثیم جڑ پکڑ رہے ہیں تو اسی موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان فرمائے اور موقع کی مناسبت سے اگر ضرورت پڑی تو خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔

① چنانچہ ایک موقع پر کسی یہودی کی شرارت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معروف قبائل اوس اور خزرج میں پرانی دشمنی بھڑک اُٹھی تو آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

«اللّٰه اللّٰه! أبدعوى الجاهلية وأنا بين أظهركم بعد أن هداكم اللّٰه للإسلام وأكرمكم به، وقطع به عنكم أمر الجاهلية، واستنقذكم به من الكفر، وألف به بين قلوبكم!»[1]

''اللہ اللہ! میرے ہوتے ہوئے جاہلیت کی پکار، وہ بھی اس کے بعد کہ اللہ نے تمھیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی، اس کے ذریعے تمھیں عزت

[1] سيرة ابن هشام (٥٥٥/١) ط: مطبعة مصطفى البابي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بخشی، اس کے ذریعے تم سے جاہلیت کا خاتمہ فرما دیا، تمھیں کفر سے نجات دی اور تمھارے دلوں میں اُلفت ڈال دی!''

② اسی طرح جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے فتحِ مکہ کے موقع پر سخت کوتاہی ہوئی کہ انھوں نے اہلِ مکہ کو اس بارے میں خط لکھا، مگر وہ خط راستے ہی میں پکڑا گیا۔ یہ نہایت سنگین معاملہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں۔ اس نے اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں سے خیانت کی ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ اہلِ بدر میں سے نہیں ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر سے فرمایا ہے کہ جو چاہو عمل کرو، میں نے تمھارے لیے جنت واجب کر دی ہے۔[1]

③ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مابین شکر رنجی پیدا ہو گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے معذرت کی، مگر انھوں نے مجھے معاف نہ کیا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تمھیں معاف فرمائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھاری طرف مبعوث فرمایا تو تم نے میری تکذیب کی اور ابوبکر نے میری تصدیق کی اور اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ میری مدد کی:

"«فهل أنتم تاركوا لي صاحبي؟» مرتين"[2]

''کیا تم میری خاطر میرے ساتھی کو چھوڑ سکتے ہو؟'' یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار اِرشاد فرمائی۔[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٠٠٧، ٣٩٨٣)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٦٦١، ٤٦٤٠)

[3] اس حوالے سے مزید دیکھیں: سیرت انسائیکلوپیڈیا دار السلام (١٠/ ٢٩٧، ٢٩٨)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالکل اسی طرح یمن سے واپسی پر جب لشکرِ اسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی اور ناراضی کا اظہار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شکوک کا ازالہ فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور اہلِ بیت سے محبت و مودّت کی تاکید فرمائی۔

خطبۂ غدیرِ خُم سے غلط اِستدلال:

اس خطبے کو بنیاد بنا کر رافضی لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل پر اِستدلال کرتے ہیں اور ۱۸/ ذوالحجہ کو ''عیدِ غدیرِ خُم'' مناتے ہیں۔ اس کا آغاز ۳۵۲ھ میں معز الدولہ ابن بویہ نے کیا۔ اسی سال اس نے ۱۰/ محرم کو تعزیہ کی رسم بھی نکالی۔[1]

اسی معز الدولہ کے حکم سے بغداد میں رافضیوں نے ۳۵۱ھ میں مساجد پر یہ عبارت لکھی:

"لعن الله معاوية بن أبي سفيان، ولعن من غصب فاطمة رضي الله عنها فدكاً، ومن منع أن يدفن الحسن عند قبر جده عليه السلام، ومن نفى أبا ذر الغفاري، ومن أخرج العباس من الشورى"[2]

''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ پر اور اس پر لعنت ہو جس (ابو بکر صدیق) نے سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فدک غصب کیا اور لعنت ہو جس (مروان بن حکم) نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو ان کے نانا علیہ السلام کے پاس دفن نہ ہونے دیا اور لعنت ہو جس (عثمان بن عفان) نے سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو جلا وطن کیا اور جس (عمر فاروق) نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو مجلسِ شوریٰ سے نکالا۔''

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: الكامل لابن أثير (٨/ ٥٤٩) البداية لابن كثير (١١/ ٢٤٣، ٢٦٥) اقتضاء الصراط المستقيم (٢/ ١٢٢) طبع ١٤١٩ھ

[2] الكامل (٨/ ٥٤٢) البداية (١١/ ٢٤٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہلِ سنت نے جرأت کر کے مساجد سے اس عبارت کو مٹا دیا تو معز الدولۃ نے دوبارہ لکھوانے کا ارادہ کیا مگر اس کے وزیر ابو محمد المہلبی نے کہا کہ اس کے بجائے یوں لکھا جائے: "لعن الله الظالمين لآل رسول الله ﷺ"

"آلِ رسول ﷺ پر ظلم کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔" اور سوائے معاویہ رضی اللہ عنہ کے اور کسی کا نام نہ لکھا جائے۔ تو پھر مساجد پر اسی طرح لکھ دیا گیا۔[1]

حالانکہ اس خطبے میں نہ خلافتِ بلافصل کا کوئی ذکر ہے اور نہ اس بنیاد پر حضرت علی اور دیگر اہلِ بیت رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس دن کو بطور عید منایا ہے!

علاوہ ازیں ۱۸ ذوالحجہ کی فضیلت میں انھوں نے یہ روایت بھی بنا ڈالی کہ جو اس تاریخ کو روزہ رکھے گا اس نے گویا ساٹھ ماہ کے روزے رکھے۔ حالانکہ یہ باطل اور من گھڑت روایت ہے۔[2]

رافضی حضرات اس بارے میں اس انتہا پر ہیں کہ ان کے مطابق نہ صرف اس روز آیت ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ...الخ﴾ نازل ہوئی، بلکہ ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ بھی اسی روز نازل ہوئی!

ان کا یہ دعویٰ اپنے مفروضات پر مبنی ہے، اس پر کوئی صحیح یا قابلِ اعتبار روایت کتبِ احادیث و تفاسیر میں سے کسی قابلِ اعتبار کتاب میں نہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے دونوں آیات کے حوالے سے ان روایات کو "سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة" میں ذکر کیا ہے۔ اور اُنھیں موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے۔[3] بلکہ شیخ البانی۔ نور الله مرقده ورفع درجاته۔ نے اس حوالے سے خمینی اور دیگر رافضی

---

[1] أيضاً.

[2] البداية والنهاية (٥/٢١٤) الأباطيل (رقم الحديث (٧١٤) العلل المتناهية (١/ ٢٢٣) كشف الخفاء (٢/ ٣٣٨)

[3] ملاحظہ ہو: رقم الحديث (٤٩٢٢، ٤٩٢٣، ٤٩٣٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصنفین کے اس دجل و فریب کو بھی تشت از بام کیا ہے جسے یہ حضرات ان ''احادیث'' کو نقل کرتے ہوئے اہلِ سنت کی کتابوں کا حوالہ دینے میں اختیار کرتے ہیں۔ شائقین سے التماس ہے کہ وہ "سلسلة الأحاديث الضعيفة" کی جلد نمبر ۱۰، القسم الثانی، صفحہ (۴۹۷) سے (۷۲۶) تک ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منہاج السنہ'' (۴/ ۱۰۔ ۱۷) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''البدایۃ'' (۷/ ۳۴۹۔ ۳۵۰) اور ''تفسیر'' (۲/ ۲۱) میں اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ''روح المعانی'' (جلد نمبر ۶) میں بھی اس پر نقد کیا ہے۔

رہے خطبۂ غدیرِ خُم میں حضرت زید کی روایت کے یہ الفاظ: ''من كنت وليه فهذا وليه'' جس کا میں ''ولی'' ہوں، یہ علی اس کا ''ولی'' ہے تو اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا استدلال غلط ہے، کیونکہ ''ولی'' کا لفظ متعدد معنوں میں مشترک ہے، چنانچہ اس کے معنی ''المحب'' یعنی محبوب کے، ''الصديق'' کے اور ''النصير'' کے بھی ہیں۔[1] اور اہلِ سنت بلا ریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے، بلکہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کو اپنا دین و ایمان قرار دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں حدیث کے ان الفاظ کے ساتھ ہی یہ الفاظ بھی ہیں:

«اللهم وال من والاه وعاد من عاداه»

''اے اللہ! جو اس سے دوستی رکھے اس سے تُو بھی دوستی رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو تُو بھی اس سے دشمنی رکھ۔''

بلکہ ایک اور حدیث میں ہے:

«مَن كنت وليه فهذا وليه، فإن الله يوالي من والاه ويعادي من عاداه»[2]

---

[1] تاج العروس (۱۰/ ۳۹۸)

[2] السنة لابن أبي عاصم (۱۱۸۹)، خصائل علی رضی اللہ عنہ وغیرہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جس کا میں دوست ہوں اس کا یہ ''علی'' دوست ہے، اللہ تعالیٰ علی سے محبت کرنے والے سے محبت کرتا ہے اور اس سے عداوت رکھنے والے سے عداوت رکھتا ہے۔''

غور فرمایئے کہ ان احادیث میں دوستی کے مقابلے میں عداوت کا ذکر ہے، یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ ''ولی'' سے مراد دوستی و محبت ہے، خلیفہ قطعاً مراد نہیں۔

اسی طرح متعدد احادیث میں یہ الفاظ ہیں:

«من كنت مولاه فعلي مولاه»

''جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولا ہے۔''

یہ حدیث کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، حتی کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے "قطف الأزهار المتناثرة في الأحاديث المتواترة" میں، علامہ الکتانی نے "نظم المتناثرة" (ص: ١٢٤) میں، علامہ محمد مرتضیٰ الزبیدی نے "لقط اللآلي المتناثرة" (ص: ٢٠٥) میں اور علامہ البانی نے اسے متواتر کہا ہے۔[1] مگر ان الفاظ سے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا استدلال درست نہیں، کیوں کہ مولیٰ کا لفظ بھی اکیس معنوں میں مشترک ہے:

المالك، العبد، والمعتِق، المعتق، الصاحب، القريب كابن العم، الجار، الحليف، الابن، العم، النزيل، الشريك، ابن الأخت، الولي، الرب، الناصر، المنعِم، المنعَم عليه، المحب، التابع، الصهر"[2]

اور مشترک المعنی لفظ کی تعیین بلا دلیل و قرینہ درست نہیں۔ یہاں کوئی ایسا

---

[1] السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (١٧٥٠)

[2] تاج العروس (١٠/ ٣٩٩) بصائر ذوي التمييز (٥/ ٢٨٣) النهاية لابن أثير (٥/ ٢٢٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرینہ نہیں کہ اس کے معنی امام یا خلیفہ کے کیے جائیں اور نہ یہ لفظ لغت میں امام یا خلیفہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث کے بعض طرق میں بھی اس کے ساتھ: "اللهم وال من والاه و عاد من عاداه" "اے اللہ! جو اس سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔" کے الفاظ ہیں۔ یہاں بھی دوستی کے مقابلے میں دشمنی کا ذکر ہے، اس سیاق سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ "مولیٰ" سے مراد خلیفہ نہیں، بلکہ دوست اور محبوب مراد ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"وفي الجملة فرق بين الولي والمولىٰ ونحو ذلك وبين الوالي، فباب الولاية التي هي ضد العداوة شيء و باب الوِلاية التي هي الإمارة شيء، والحديث إنما هو في الأولىٰ دون الثانية، والنبي ﷺ لم يقل: من كنت واليه فعلي واليه، وإنما اللفظ: «من كنت مولاه فعلي مولاه»، وأما كون المولىٰ بمعنى الوالي فباطل، فإن الولاية تثبت من الطرفين، فإن المؤمنين أولياء الله وهو مولاهم .. الخ"[1]

"خلاصۂ کلام یہ کہ "ولي" اور "مولیٰ" وغیرہ اور "والي" کے مابین فرق ہے۔ "وَلایة" جو عداوت کی ضد ہے علاحدہ شَے ہے اور "وِلایة" جس کے معنی امارت ہے، علاحدہ شَے ہے۔ حدیث میں پہلا معنی ہے دوسرا نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: جس کا میں "والي" ہوں اس کا علی "والي" ہے، بلکہ حدیث کے لفظ ہیں جس کا

[1] منهاج السنة (٤/ ٨٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں مولیٰ ہوں علی اس کا مولیٰ ہے اور مولیٰ کے معنی والی کرنا باطل ہے، کیوں کہ وَلایت طرفین میں ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ مومن اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا مولیٰ ہے۔''

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس کے علاوہ بھی اس حدیث کو ''والی'' کے معنی میں لینے پر اشکال وارد کیا، ہے۔ تفصیل کے لیے شائقین محولہ بحث کی مراجعت فرمائیں۔

مزید یہ کہ کیا یہ الفاظ بطور حکم کے ہیں یا خبر کے؟ خبر کے تو ہو نہیں سکتے، کیونکہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کبھی غلط نہیں ہو سکتی، اس کے مطابق تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ہونا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں ہو سکا۔ اور اگر یہ حکم ہے تو اس کا منطقی نتیجہ یہی ہے کہ تمام صحابہ کرام نے اس حکم کی مخالفت کی ہے۔ یہی بات روافض کہتے ہیں جو صحابہ کرام کے ایمان کو موردِ بحث بناتے ہیں اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

حالانکہ ان کے بارے میں یہ تصور قطعاً درست نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی شہادت دی ہے۔[1] ان کے عمل و کردار کی بنا پر انھیں ''رضي الله عنهم'' کے خطاب سے نوازا ہے۔[2] ان کے ایمان کو دوسروں کے ایمان کے لیے معیار قرار دیا ہے۔[3] اور انہی مومنوں کے راستے کے بجائے کوئی اور راستہ اختیار کرنے والے کو جہنمی قرار دیا ہے۔[4] اس لیے ممکن نہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کے حکم کی بداہتاً مخالفت کریں۔ اگر سقیفہ بنو ساعدہ میں تمام انصار آنحضرت ﷺ کے فرمان کہ ''امام قریش میں سے ہو'' سن کر خاموش ہو جاتے ہیں تو کیا سیدنا علی کے بارے میں وصیت ہوتی تو صحابہ کرام اس کے خلاف عمل کرتے یا عمل کرنے دیتے؟!

---

[1] الأنفال [آیت: ٧٤، الفتح [آیت: ٢٦] المجادلة [آیت: ٢٢]

[2] الفتح [آیت: ١٨]، التوبة: [آیت: ١٠٠]

[3] البقرة [آیات: ١٣، ١٣٧]

[4] النساء [آیت: ١١٥]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کو حکم کے مفہوم میں لینے پر حسبِ ذیل اشکال وارد ہوتے ہیں:

1 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مرض الوفات کے دوران میں آپ ﷺ کے پاس سے اُٹھ کر باہر آئے تو لوگوں نے پوچھا: اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا: الحمدللہ اِفاقہ ہے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اللہ کی قسم! تم تین روز بعد لاٹھی کے غلام ہوگے (یعنی کسی کے ماتحت ہوگے) اور اللہ کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اس بیماری سے فوت ہو جائیں گے۔ میں بنو عبدالمطلب کے چہروں سے ان کی موت کے وقت کو پہچانتا ہوں۔ آؤ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلیں اور ان سے خلافت کے بارے میں پوچھیں کہ خلافت کسے ملے گی۔ اگر ہمیں ملتی ہے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ اور اگر کسی اور کو ملے گی تب بھی ہمیں معلوم ہو جائے گا اور رسول اللہ ﷺ ہمیں کوئی وصیت فرما دیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا اور آپ نے ہمیں اس سے منع فرما دیا تو آپ کے بعد لوگ ہمیں نہیں دیں گے۔ اس لیے اللہ کی قسم! میں اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے نہیں پوچھوں گا۔[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فوائد أبي الطاهر الذهلي" کے حوالے سے، جس کی سند کو انھوں نے جید قرار دیا ہے، نقل کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا۔ اور یہی قصہ مختصراً ذکر کیا جو صحیح بخاری

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٤٤٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہے، اس کے آخر میں ہے کہ اس کے بعد فرماتے تھے: کاش! میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات مان لیتا۔[1]

یہاں چند باتیں قابلِ غور ہیں:

1. غدیرِ خُم کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ اگر غدیرِ خُم کے خطبے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا تھا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر جانے اور خلافت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے کے کیا معنی؟
2. بالفرض حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو غدیرِ خُم کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت دے دینے کی بات یاد نہ رہی ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی انھیں یاد دلا دیتے کہ اس تکلف کی ضرورت نہیں، آپ کو معلوم نہیں کہ غدیرِ خُم کے خطبے میں میری خلافت کا اعلان فرما دیا گیا تھا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسی کوئی بات انھیں یاد نہیں دلائی۔
3. اگر خلافت کا فیصلہ ۱۸ ذوالحجہ کو ہو چکا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے بخوبی آگاہ تھے تو بعد میں اس پچھتاوے کے کیا معنی کہ کاش میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات تسلیم کر لیتا اور ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خلافت کے بارے میں دریافت کر لیتے؟!
4. حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خلیفہ مقرر کیا۔ تب بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں خبردار نہیں کیا کہ کیوں ''کفر'' کی راہ اختیار کر رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۸ ذوالحجہ کو میری خلافت کا اعلان فرمایا تھا، بلکہ اسی موقع پر اس کے اعلان واظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی تھی:

﴿ يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ ﴾ [المائدة: ٦٧]

---

[1] فتح الباري (١٤٣/٨)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر ایسی کوئی بات ان سے کسی قابلِ اعتبار سند سے ثابت نہیں، بلکہ انھوں نے خوش دلی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا، حتیٰ کہ ان کے بعد حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت کو بھی تسلیم کیا اور ہمیشہ ان کے مشیر و معاون رہے۔

5. سقیفہ بنو ساعدہ میں خلافت کے بارے میں مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے مابین سخت اختلاف ہوا تھا کہ خلیفہ کون ہوگا۔ اسی اثنا میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان فرمائی کہ «الأئمة من قريش» کہ خلیفہ قریش سے ہوگا۔ یہ سنتے ہی انصار صحابہ کرام نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور وہ اپنے دعوے سے کہ ''خلیفہ انصار میں سے ہوگا''، دستبردار ہو گئے۔

اگر غدیرِ خُم کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حکم فرما دیا گیا تھا تو کیا یہ حکم مہاجرین و انصار میں سے کسی کو یاد نہ تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد تھا تو انھوں نے اسے پیش کیوں نہ کیا؟ سقیفہ میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف نہیں لے گئے تھے۔ بعد میں ہی یاد دلا دیا ہوتا۔ اس نازک موقع پر ان کی خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ خطبۂ غدیرِ خُم میں ان کی خلافت کا حکم نہیں دیا گیا تھا، بلکہ ان کے بارے میں جو بدگمانی بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں پیدا ہوئی تھی، اس غلط فہمی کا ازالہ مقصود تھا۔

6. کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں کہ مدینہ طیبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر اپنے اس اِستحقاق کا ذکر فرمایا ہو، البتہ جب وہ خلیفہ بنے تب انھوں نے کوفہ کی مسجد کے صحن میں حاضرین سے فرمایا: ''میں تمھیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں۔'' بعض روایات میں ہے: ''میں اُسے اللہ کی قسم دلاتا ہوں جس نے غدیرِ خُم کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے:

''اللہ مومنوں کا دوست ہے، جس کا میں دوست ہوں یہ (علی رضی اللہ عنہ) اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوست ہے۔ اے اللہ! جو اس سے دوستی رکھے تُو اس کا دوست ہو جا اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس کا دشمن ہو جا، جو اُس کی مدد کرے تُو اس کی مدد فرما۔"

تو بعض صحابہ نے اس کی تصدیق کی۔[1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: اس کی سند جید ہے۔[2]

غور طلب بات یہ ہے کہ عہدِ خلافت میں اس حدیث کو یاد دلانے کی ضرورت کیا تھی؟ اگر یہ خلافت کے بارے میں نص ہے تو خلافت کے دوران میں اس کا ذکر تحصیلِ حاصل ہے۔ اس خطبے کا کوفہ میں ذکر کرنے کا دراصل باعث یہ تھا کہ ایک طرف خوارج نے انھیں پریشان کر رکھا تھا جس کا ذکر تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے، دوسری طرف خود ان کے حلقے میں بعض حضرات ان سے نالاں تھے، حتیٰ کہ انھوں نے فرمایا: تم میں سے وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں:

"إن ابن أبي طالب شجاع، ولكن لا علم له بالحرب"[3]

"ابن ابی طالب بڑے بہادر ہیں، مگر انھیں لڑنے بھڑنے، یعنی جنگی پینتروں کا علم نہیں۔"[4]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہلِ عراق کے امیر تھے، اس زمانے میں زمین پر بسنے والوں میں سب سے بہتر اور افضل تھے۔ وہ سب سے زیادہ عبادت گزار، سب سے زیادہ زاہد، سب سے زیادہ علم رکھنے والے

---

[1] خصائص علی وغیرہ، نیز دیکھیں: البداية والنهاية (٧/ ٣٤٦۔ ٣٤٧)

[2] البداية والنهاية (٥/٢١٠)

[3] نهج البلاغة مع ابن أبي الحديد (١/١٤١)

[4] نیز دیکھیں: نهج البلاغة مع ابن أبي الحديد (١/١٨٣) جس میں وہ یہاں تک فرما گئے کہ کاش! معاویہ (رضی اللہ عنہ) تم میں سے دس افراد مجھ سے لے لیں اور اپنا ایک آدمی مجھے دے دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد انھیں تنگ کیا گیا اور ان سے سرکشی اختیار کی گئی، تا آنکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زندگی سے تنگ پڑ گئے اور موت کی تمنا کرنے لگے۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ اے علی! تم شہید ہو گے، تمھارے سر پر ضرب لگے گی اور خون سے تمھارا سر اور ڈاڑھی رنگین ہو گی۔ اسی فرمانِ نبوی کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تھے: وہ بد بخت کہاں ہے؟ کس کا انتظار کرتا ہے؟ اپنا کام تمام کیوں نہیں کرتا![1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک روز خطبے میں فرمایا: اے اللہ! میں ان لوگوں سے اُکتا چکا ہوں، یہ مجھ سے اُکتا گئے ہیں۔ ان سے میری جان چھڑا کر راحت کا سامان فرما دے، تا کہ ان کی بھی جان چھوٹ جائے۔[2]

یہ عالَم تھا اور ایسے حالات تھے۔ غالباً انھی حالات کے تناظر میں انھوں نے اہلِ عراق کو کوفہ کی مسجد کے صحن میں غدیرِ خُم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ یاد دلایا، اپنی مخالفت و مخاصمت سے خبردار کیا اور اپنی مودّت و محبت سے آگاہ فرمایا، اس لیے کوفہ کی مسجد کے صحن میں اس خطبے کی یاددہانی کا خلافت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

2 حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تسلیم نہ کیا، وہ فرماتے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے میمنہ میسرہ بنے ہوئے ہیں۔ ان سے پہلے قصاص لیا جائے، تب میں ان کی خلافت کا اقرار کروں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ انتشار سے بچنے کے لیے اس اقدام کے حق میں نہ تھے۔ یوں امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین تناؤ کی صورت پیدا ہوئی جو بالآخر جنگِ صفین پر منتج

---

[1] البداية والنهاية (٣٢٣/٧، ٣٢٤)

[2] مصنف عبد الرزاق (١٥٤/١٠) طبقات ابن سعد (٤/٣) و سنده صحيح۔ نیز ملاحظہ ہو: الآحاد و المثاني لابن أبي عاصم (٣٧/١) سير أعلام النبلاء (١٤٤/٣) البداية (١٢/٨)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی۔ اس باہمی اختلاف کے دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا جو روافض کی معتبر کتاب ''نہج البلاغہ'' میں مذکور ہے، اس میں انھوں نے لکھا:

''إنه بايعني القوم الذين بايعوا أبابكر وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه... إنما الشورى للمهاجرين والأنصار، فإن اجتمعوا على رجل وسماه إماما كان ذلك لله رضا''[1]

''بے شک میری بیعت اسی قوم نے انہی شرائط پر کی ہے جن پر انھوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) کی بیعت کی... مجلسِ شوریٰ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم پر مشتمل ہے۔ وہ جس شخص کی امامت پر جمع ہو جائیں اور اس کو امام مقرر کردیں، اسی میں اللہ کی رضا ہے۔''

غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر غدیرِ خُم کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کیسے فرما دیا کہ اِمام کے تقرر میں مہاجرین اور انصار کی شوریٰ کا فیصلہ ہی تسلیم کیا جائے گا؟ ایک ''نص'' کو نظر انداز کر کے شوریٰ کے فیصلے کو قبول کرنا کہاں تک درست ہے؟ یہ اس حقیقت کی بیّن دلیل ہے کہ امامت و خلافت کا انعقاد مجلسِ شوریٰ کے فیصلے پر ہے۔ اسے منصوص قرار دینا روافض کی اختراع ہے، و للتفصيل موضع آخر.

3 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ اپنا خلیفہ مقرر فرما دیں تو انھوں نے فرمایا: ''لا، ولكن أتركم كما تركم رسول الله ﷺ.''

''نہیں، بلکہ میں تمھیں اسی طرح چھوڑے جا رہا ہوں جیسے رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا۔''

[1] نهج البلاغة مع ابن أبي الحديد (٣٠٤/٣)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت مختلف طرق سے مروی ہے جسے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''البدایہ'' (۷/ ۳۲۵، ۳۲۶) میں ذکر کیا ہے۔ انہی میں سے ایک روایت ''مسند احمد'' (۱/ ۱۳۰، ۱۵۶)، مسند ابو یعلیٰ (رقم: ۵۸۶) میں اور مسند بزار میں منقول ہے۔ علامہ ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح (بخاری) کے راوی ہیں سوائے عبداللہ بن سبع کے اور وہ ثقہ ہے، اور بزار کی سند حسن ہے۔[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے جس کے الفاظ ہیں:

''ما استخلف رسول اللّٰہ ﷺ فأستخلف!''

''رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ مقرر نہیں کیا تو میں کیسے خلیفہ مقرر کروں!''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔[2]

جنگِ جمل کے روز بھی فرمایا: لوگو! امارت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کوئی عہد نہیں کیا کہ ہم اس کے مطابق عمل کریں، بلکہ یہ ایسی بات تھی کہ ہم سب نے خود اس کا فیصلہ کیا، پھر ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا، ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو، انھوں نے دین قائم کیا اور خود بھی اس پر قائم رہے، پھر عمر کو خلیفہ بنایا گیا، اللہ ان پر رحمت فرمائے، انھوں نے (بھی) کما حقہ دین کو نافذ کیا اور خود بھی مستقیم رہے۔ یہاں تک کہ دین نے اپنا سینہ رکھ دیا۔ یعنی کمال قوت کو پہنچ گیا۔[3]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا ابتدائی حصہ ''فتح الباری'' (۵/ ۳۶۲) میں بحوالہ مسند احمد و دلائل النبوۃ للبیہقی نقل کیا ہے۔ مگر یہ روایت سنداً معلول ہے جیسا کہ

---

[1] مجمع الزوائد (۹/ ۱۳۷)

[2] البداية والنهاية (۵/ ۲۵۱)

[3] مسند أحمد (۱/ ۱۱٤) السنة لابن أبي عاصم (۲/ ۵۷۵) دلائل النبوة (۱/ ۲۲۳) الاعتقاد (ص: ۱۸٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام دارقطنی نے ''العلل'' (رقم: ۴۴۲) اور ابن ابی حاتم نے ''العلل'' (رقم: ۲۶۳۸) میں کہا ہے۔ لیکن متن کے اعتبار سے اس کے شواہد پائے جاتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں فرمایا۔ جیسا کہ اوپر ہم نقل کر آئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان اس بارے میں بالکل واضح ہے کہ اگر ان کے حاشیۂ خیال میں کہیں بھی خطبۂ غدیرِ خُم میں ان کی اِمامت کا اعلان تھا تو وہ قطعاً یہ نہ فرماتے کہ میں تمھیں اسی طرح چھوڑ رہا ہوں جیسے رسول اللہ ﷺ نے تمھیں چھوڑا تھا، یعنی آنحضرت ﷺ نے کسی کو نام زَد نہیں فرمایا تھا، اس لیے میں بھی کسی کو نام زَد نہیں کرتا۔

نیز یہ بھی کہ امارت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کوئی وصیت نہیں فرمائی۔ جب حقیقت یہ ہے تو ان کے بارے میں وصیت کہاں سے آ گئی؟ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں وصیت کی روایات شیعوں نے گھڑی ہیں۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے اور ان کے بعد علماء نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ نہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے اور نہ انھوں نے اپنی خلافت کے بعد اس کا اظہار کیا ہے، اور کسی صحابی نے بھی سقیفہ بنو ساعدہ میں اس کا ذکر نہیں کیا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی نہیں، دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہی سمجھتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی کو خلافت کے لیے نام زَد نہیں فرمایا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی آخری لمحات میں جب کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ بنا دیجیے تو انھوں نے فرمایا:

"إن أستخلف فقد استخلف من هو خير مني -يعني أبا بكر-
وإن أترك فقد ترك من هو خير مني -يعني رسول الله ﷺ-"[2]

---

[1] فتح الباري (٥/ ٣٦١) المفهم للقرطبي (٤/ ٥٥٧)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٢١٨)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اگر میں خلیفہ مقرر کروں تو بے شک جو مجھ سے بہتر ہے، انھوں نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ ان کی مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور اگر خلیفہ مقرر نہ کروں تو بے شک جو مجھ سے بہتر ہے، انھوں نے خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ ان کی مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ خلیفہ مقرر نہیں کریں گے۔[1]

طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی؟ انھوں نے فرمایا: نہیں![2]

اس سے مراد بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں وصیت ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ ان کے ہاں کسی نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے؟ تو انھوں نے فرمایا: انھیں کب وصیت کی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طشت منگوایا، اسی وقت میری گود میں ڈھلک گئے۔ میں نہیں سمجھ سکی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں، تو کب آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت فرما دی![3]

صحیح بخاری کی یہ حدیث دوسری کتبِ احادیث اور تاریخ میں بھی منقول ہے، مگر آپ حیران ہوں گے کہ اس کے مقابلے میں یہ حدیث بھی مردود راویوں نے بنا

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٨٢٣)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٧٤٠)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٧٤١، ٤٤٥٩) اسی حوالے سے مزید دیکھیں: فتح الباري (٣٦١/٥، ٣٦٢) البداية (٢٥٠/٥، ٢٥١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لی کہ آنحضرت ﷺ فوت ہوئے تو آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا! حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كل طريق منها لا يخلون من شيعي، فلا يلتفت إليهم" [1]

''ان احادیث کی تمام اسانید شیعہ راویوں سے خالی نہیں، اس لیے وہ قابلِ التفات نہیں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مختصراً ان احادیث کا ذکر بھی کیا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ایسی روایات کو موضوع قرار دیا ہے اور تفصیلاً ان پر نقد کیا ہے۔ [2]

اندازہ کیجیے کہ صحیح حدیث کے مقابلے میں شیعہ راویوں نے کیا جسارت کی ہے!

4 حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز شہید ہوئے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ پانچ روز تک مدینہ طیبہ پر غافقی بن حرب کا قبضہ رہا تھا۔ قاتلینِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امارت کے لیے کسی کو تلاش کرتے پھرتے تھے کہ کون اس کے لیے تیار ہوتا ہے۔ بصری حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی تلاش میں، کوفی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں اور مصری حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں تھے۔ وہ تو دوڑ کر بنو عمرو کے باغ میں چلے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ یہ لوگ وہاں بھی پہنچ گئے اور دروازہ پھلانگ کر ان کے پاس پہنچ گئے۔ وہ اپنے ہمراہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بھی لائے تھے۔ بڑی باتوں کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے لیے آمادہ ہوئے۔ [3]

خلافت سے یہ انکار اور اس سے گریز کا ذکر روافض کے ہاں معتبر ترین کتاب ''نہج البلاغہ'' میں بھی ہے، حتیٰ کہ انھوں نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو، کسی اور کو تلاش کرو۔

---

[1] فتح الباري (١٣٩/٨)

[2] سلسلة الأحاديث الضعيفة، رقم الحديث: (٤٩٦٩)

[3] البداية والنهاية (٢٢٥/٧، ٢٢٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے غدیرِ خُم کے خطبے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا تو جب اس کا وقت آیا تو اس سے انھوں نے انکار کیوں کیا؟ حضرت طلحہ و زبیر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیوں نہ فرمایا کہ اب تم نے حق پہچانا ہے! پہلے تم نے جن کو خلیفہ تسلیم کیا، تم نے اس میں آنحضرت ﷺ کی مخالفت کی، اس ''گناہ'' کی معافی مانگو!!

5 اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اس قدر اہم تھی کہ اسی کے بارے میں سورۃ المائدہ میں اسے اتمامِ دین سے تعبیر کیا گیا اور اس کے اعلان کو ضروری قرار دیا، جیسا کہ روافض کا دعویٰ ہے، تو سوال یہ ہے کہ اتنے اہم مسئلے کے لیے یہ مبہم اور محتمل انداز کیوں اختیار کیا گیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لے کر اسے واضح الفاظ میں ذکر کر دیا جاتا، تاکہ کسی قسم کا نزاع نہ ہو۔ آخر کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید میں انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر صالحین رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی ہیں، حتیٰ کہ کفار کے نام بھی مذکور ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام اتنے اہم مسئلے کے لیے نہ لینا چہ معنی دارد؟

ہماری اس بات کی تائید خانوادہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند کے حسبِ ذیل قول سے ہوتی ہے جسے امام بیہقی رحمہ اللہ نے بواسطہ فضیل بن مرزوق نقل کیا ہے:

"سمعت الحسن بن الحسن وسأله رجل: ألم يقل رسول الله ﷺ: من كنت مولاه فعلي مولاه، قال لي: بلىٰ، والله لو يعني بذلك رسول الله ﷺ الإمارة والسلطان لأفصح لهم بذلك، فإن رسول الله ﷺ كان أنصح للمسلمين، فقال: يا أيها الناس هذا ولي أمركم، والقائم عليكم من بعدي فاسمعوا له وأطيعوا، والله لئن كان الله و رسوله اختار عليًا لهذا الأمر، وجعله القائم به للمسلمين من

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعده، ثم ترك علي ما أمر الله ورسوله لكان علي أول من ترك أمر الله ورسوله"[1]

''میں نے حسن بن حسن (بن علی بن ابی طالب) سے سنا، ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولیٰ ہے؟ انھوں نے فرمایا: کیوں نہیں، لیکن اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ کی مراد اس سے امارت اور حکومت ہوتی تو آپ ﷺ ان سے اس کی وضاحت فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے، آپ ﷺ فرماتے: اے لوگو! یہ تمھارے معاملے کے ذمے دار اور میرے بعد تمھارے خلیفہ ہیں، لہٰذا اس کی سمع و اطاعت کرنا۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ اور اس کے رسول نے خلافت کے لیے علی رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا ہوتا اور اپنے بعد انھیں مسلمانوں کا حکمران بنایا ہوتا، پھر علی رضی اللہ عنہ نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو چھوڑ دیا ہوتا تو اللہ اور اس کے حکم کو سب سے پہلے ترک کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہوتے۔''

امام بیہقی نے اس کے بعد یہ بھی فرمایا ہے کہ یہی بات حسن کے بھائی عبداللہ بن حسن نے بھی کہی ہے۔

ضروری تنبیہ:

امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ خبر حسن بن حسن سے بیان کی ہے، اسی طرح ''تاریخ ابن ابی خیثمہ'' (۲/ ۹۱۲) ''انساب الأشراف'' (۳/ ۳۰۴ مختصراً)، ''شرح اصول اعتقاد

[1] الاعتقاد للبيهقي (ص: ١٨٢) ابن سعد (٥/ ٣٢٠) تهذيب الكمال للمزي (٤/ ٢٩٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل السنۃ والجماعۃ'' (۷/ ۱۴۰۰)، ''جزء محمد بن عاصم الثقفي'' (ص: ۱۲۵، رقم: ۴۲)، ''نسب قریش'' (ص: ۴۹)، اسی کے واسطے سے ''السیر'' (۴/ ۴۸۲) میں مختصراً حسن بن حسن سے یہی منقول ہے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ''طبقات'' (۵/ ۳۲۰) میں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''البدایۃ'' (۹/ ۳۶۳) میں اور حافظ الذہبی نے ''السیر'' میں اسے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔ لیکن علامہ المزی رحمہ اللہ نے اسے "تهذيب الكمال" (٤/ ٢٩٢) میں، حافظ ذہبی نے "تذهيب تهذيب الكمال" (٢/ ٢٦٦) اور انہی کی پیروی میں حافظ ابن حجر نے "تهذيب التهذيب" (٢/ ٢٦٢) میں مختصراً اس کا ابتدائی حصہ حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔ مگر یہ علامہ المزی رحمہ اللہ کا وہم ہے، کیونکہ ابن سعد رحمہ اللہ نے ''طبقات'' میں اسے اس کے والد حسن بن حسن بن علی کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔

یہی حصہ امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے بواسطہ امام بیہقی رحمہ اللہ، نیز ایک اور سند سے اسے حسن بن حسن بن علی کے ترجمہ میں ہی نقل کیا ہے۔[1] اور اس کا ابتدائی حصہ مصعب بن عبداللہ الزبیری کے واسطے سے بھی ذکر کیا ہے۔ اس لیے علامہ المزی کا اسے اس کے بیٹے حسن بن حسن بن حسن بن علی کے ترجمے میں ذکر کرنا درست نہیں۔ تعجب ہے کہ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے بھی بلا تأمل ان کی پیروی کی ہے۔

6 خطبۂ غدیرِ خُم میں تین بار آنحضرت ﷺ کا فرمانا کہ ''میرے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔'' یا: ''میں تمھیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔'' یا یہ کہ ''میرے اہلِ بیت کا خیال رکھنا کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔'' یہ الفاظ صاف طور پر بتلا رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

[1] تاریخ ابن عساکر (۱۳/ ۶۹۔ ۷۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا مقصد ان کے حقوق ادا کرنا، ان کی خبر رکھنا اور ان پر ظلم و زیادتی سے روکنا تھا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے انصار کے بارے میں وصیت فرمائی کہ ان کا خیال رکھنا اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرنا۔[1] بلکہ نبی ﷺ نے انصار سے فرمایا:

«ستلقون بعدي أثرة، فاصبروا حتى تلقوني على الحوض»[2]

''عنقریب تم میرے بعد حق تلفی دیکھو گے تو صبر کرنا، تا آنکہ تم مجھے حوضِ کوثر پر آ ملو۔''

جس میں اشارہ تھا کہ امارت تمھارے قبیلے میں نہیں ہو گی اور اُمراء مال سمیٹ لیں گے۔

انصار ہی نہیں، بلکہ عمومی طور پر سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہی فرمایا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میرے بعد حق تلفی اور منکر اُمور دیکھو گے۔''[3]

چنانچہ یوں ہی ہوا۔ خلفائے راشدین کے بعد اس دور کا آغاز ہوا۔ کسے معلوم نہیں کہ اہلِ بیت کے خلاف خارجی اور ناصبی گروہ بنے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف خوارج اور روافض نے اودھم مچایا۔ بنو اُمیہ کے اکثر اُمراء نے خزانے بھرنے کی فکر کی، اس لیے غدیرِ خُم کا خطبہ انعقادِ خلافت کے لیے نہیں تھا، بلکہ اہلِ بیت سے مودّت اور ان کے حقوق کی پاسداری کی تاکید کے لیے تھا۔ اور یہی تاکید و تلقین انصار اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بھی تھی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے محبت کو اِیمان کی

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧٩٩، ٣٨٠٠)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧٩٢، ٣٧٩٣)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٠٥٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامت اور ان سے بغض رکھنے کو نفاق کی علامت قرار دیا اور ان کے بارے میں زبان درازی سے منع فرمایا جس کا تفصیلی ذکر ہم ''مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم'' میں کر چکے ہیں۔

7 امام بخاری رحمہ اللہ نے غزوۂ خیبر کے باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت بیان کی ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ آپ اکیلے آئیں، کسی کو ساتھ نہ لائیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر فرمایا: اے ابوبکر!

"إنا قد عرفنا فضلك وما أعطاك الله، ولم ننفس عليك خيرا ساقه الله إليك"

''ہم آپ کی فضیلت اور بزرگی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے، اسے جانتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت (خلافت) دی ہے، اس پر ہم حسد نہیں کرتے۔''

مگر ہمیں یہ برا محسوس ہوا کہ آپ نے اکیلے ہی حکومت حاصل کر لی۔ ہم یہ خیال کرتے تھے کہ اس مشورے میں ہمیں شریک کیا جائے گا، کیوں کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت تھی۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسو بہنے لگے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی اور فرمایا:

"والذي نفسي بيده، لقرابة رسول الله ﷺ أحب إلي أن أصل من قرابتي..."

''مجھے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا خیال مجھے اپنے قرابت داروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اور یہ اموال (فدک، بنونضیر، خیبر کا خمس) جن کی وجہ سے میرے اور آپ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مابین جھگڑا ہو گیا تو میں نے اس کے بارے میں وہی کیا جو بہتر ہے۔ میں نے وہی کیا جو آنحضرت ﷺ کیا کرتے تھے اور کسی معاملے میں فرق نہیں کیا۔''

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''موعدك العشية للبيعة''

''آپ سے ہمارا وعدہ ہے کہ آج ظہر کے وقت ہم بیعت کر لیں گے۔''

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی تو منبر پر تشریف لے گئے، خطبہ پڑھا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حال، یعنی مقام و مرتبہ بیان کیا اور اب تک بیعت نہ کرنے کا عذر پیش کیا اور ان کے لیے بخشش کی دعا کی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کیے، ان کے حقوق بتلائے اور فرمایا:

''میں نے جو اب تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی تو اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی حسد یا ان کی فضیلت اور بزرگی سے کوئی انکار تھا جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمائی ہے، لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ خلافت کے معاملے میں ہماری رائے بھی انھیں لینی چاہیے۔ انھوں نے ہم سے رائے نہ لی اور اپنے آپ ہی حکومت لے لی جس کا ہمیں رنج ہوا۔''

مسلمانوں نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو وہ خوش ہوئے اور انھوں نے کہا: آپ نے صحیح فرمایا۔[1]

اس صحیح حدیث سے بھی خطبۂ غدیرِ خُم کے حوالے سے مزعومہ دعاوی کی قلعی کھل جاتی ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ نے اس خطبے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کا اعلان فرمایا ہوتا تو کیا وہ کہہ سکتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ! آپ کو خلافت اللہ تعالیٰ نے عطا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٢٤٠، ٤٢٤١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٧٥٩)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ہے اور ہمیں اس بارے میں کوئی حسد نہیں! اس سے ان ضعیف، بلکہ موضوع روایات کی بھی تردید ہو جاتی ہے جن میں ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو خلافت کا حق دار قرار دیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کرتے۔ فاتحِ خیبر رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں اس کے ذکر سے کون سا امر مانع تھا؟!

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں حضرات ایک دوسرے کے مقام و مرتبے کے معترف تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اوائل میں اگرچہ خاموشی اختیار کیے رکھی، لیکن انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی اختلاف کا اظہار نہیں کیا اور نہ اس معاملے میں لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کی، بلکہ ہمیشہ ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں اور ان کی اطاعت اور ہم نوائی فرمائی۔

8 کیا اہلِ بیت میں سے کسی نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کا یا ان کی افضلیت کا انکار کیا ہے؟ قطعاً نہیں! خلافت سے انکار تو کجا، وہ تو ان کے دور میں ان کے مشیر رہے اور اُمورِ مملکت میں ان کے معاون اور مددگار بنے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کسی مسئلے میں مشورے کی ضرورت محسوس کرتے تو حضرت عمر، عثمان، علی، عبدالرحمان بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو بلا کر ان سے مشورہ کرتے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مرتدین کے خلاف بنفسِ نفیس نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سواری کی لگام تھام لی اور فرمایا: اے خلیفۂ رسول اللہ! کہاں جا رہے ہیں؟ رُک جایئے۔ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو پھر یہ نظام قائم نہیں رہے گا۔[1]

اور یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تاریخ کی ابتدا سنہ ہجری

[1] البداية والنهاية (٦/٣١٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے رکھنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر اعتماد کیا۔ بیت المقدس کی فتح، مدائن اور نہاوند کی جنگ، فارسیوں اور رومیوں سے جہاد کے آغاز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا۔ جنگِ نہاوند کے لیے مشورے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

''امیر المومنین! آپ جانتے ہیں کہ اس دینِ اسلام کی نصرت اور ذلت (فتح و شکست) کثرت و قلت پر موقوف نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اور وہ اپنے لشکر کی مدد کرے گا۔ یہ وہ لشکر ہے جس کو اللہ نے عزت دی اور فرشتوں سے اس کی مدد کی، حتیٰ کہ یہ دین پہنچا جہاں تک پہنچا۔ ہمارے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنا وعدہ پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی مدد کرے گا۔ اے امیر المومنین! آپ کی حیثیت مسلمانوں میں ہار کے دھاگے کی ہے، وہ ہار کے دانوں کو جمع کیے رکھتا اور روکے رکھتا ہے۔ اگر دھاگا ٹوٹ جائے تو تمام دانے بکھر جاتے ہیں اور اِدھر اُدھر چلے جاتے ہیں، پھر وہ کبھی اس طرح جمع نہیں ہوتے۔ عرب اگرچہ آج تعداد میں کم ہیں، لیکن اسلام کی بنا پر وہ زیادہ اور غالب ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اہلِ یمن اور شام سے لشکر بلا لیا جائے، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کیا اور فرمایا کہ شام سے لشکر بلانے سے وہاں مجاہدین کم ہو جائیں گے اور روم سے خطرہ بڑھ جائے گا، اور یمن سے لشکر بلانے سے حبشہ کی طرف سے خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، اس کے بجائے کوفہ اور بصرہ سے لشکر بلا لینا چاہیے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"فأعجب عمر قول علي وسر به"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول پسند آیا اور اس سے انھیں خوشی ہوئی۔''[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مشورہ کرتے تو اس پر عمل سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیتے۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان مشوروں کا ذکر "نهج البلاغة مع ابن أبي الحديد" (۴۰۴/۲، ۴۰۵، ط: داراحیاء التراث، بیروت) میں بھی موجود ہے۔

فتحِ بیت المقدس کے لیے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر وہاں جانے کا فیصلہ فرمایا، بلکہ اپنے بعد مدینہ طیبہ کا انتظام و انصرام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس جانے والے قافلے میں سب سے آگے تھے۔[3]

شیخ محمد الحاجی نے تو اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بنام "علي بن أبي طالب مستشار و أمين الخلفاء الراشدين" لکھی ہے۔

غور فرمایئے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے یہ تعاون چہ معنی دارد؟

اگر (معاذ اللہ) وہ ظالم تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تعاون کی پوزیشن کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ﴾ [هود: ۱۱۳]

''اور ان لوگوں کی طرف مائل نہ ہونا جنھوں نے ظلم کیا، ورنہ تمھیں آگ آ لپٹے گی۔''

اگر یہ تعاون صحیح تھا تو آج یہ تعاون و تکریم کیوں نہیں؟ ایسا تعاون اور ان کی

---

[1]، [2] البداية (۱۰۷/۷) الأموال لأبي عبيد (ص: ۲۵۲) وغيره

[3] البداية والنهاية (۵۵/۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجلسِ شوریٰ کی رکنیت ہی نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے عرض کی:

"أي الناس خير بعد رسول الله ﷺ؟"

''رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر انسان کون ہے؟''

تو انھوں نے جواباً فرمایا: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔'' میں نے عرض کیا: پھر ان کے بعد؟ فرمایا: ''پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔'' محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں ڈر گیا کہ کہیں ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لیں تو میں نے عرض کیا: پھر آپ؟ انھوں نے فرمایا: ''میں تو مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔''[1]

بعض روایات میں ہے کہ یہ قول واقعۂ نہروان، یعنی خوارج سے لڑائی، کے بعد کا ہے۔ یہ لڑائی ۳۸ھ کو ہوئی تھی۔[2] جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ۴۰ھ کے ماہِ رمضان میں شہید ہوئے۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ان کی شہادت سے دو سال قبل کا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہی بات انھوں نے کوفہ کے منبر پر بھی کہی۔

علاوہ ازیں یہ قول تنہا محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے منقول نہیں ہے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کرنے والوں کی تعداد اسّی (۸۰) ہے۔[3]

بہت سے حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کو متواتر قرار دیا ہے، جیسا کہ ہم نے "إزالة الخفاء" کے عربی ایڈیشن کے حاشیے میں ذکر کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جسدِ خاکی کو چارپائی پر رکھا گیا۔ تمام لوگ اس کے گرد و پیش میں ہو گئے، ان کے لیے

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٦٧١)

[2] فتح الباري (٣٣/٧)

[3] منهاج السنة (٢١٣/١) إزالة الخفاء (٣١٦/١ فارسی) عربی ایڈیشن (٧٣٧/١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعا کرتے تھے۔ ابھی جنازہ نہیں اٹھایا گیا تھا اور میں بھی ان میں سے تھا کہ میں اس وقت گھبرا گیا جب پیچھے سے ایک شخص نے میرا کندھا پکڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اور وہ کہہ رہے تھے:

''عمر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا کہ میں اس جیسے اعمال پر اللہ سے ملنے کی آرزو کروں۔ اللہ کی قسم! میرا غالب گمان یہی ہے کہ اللہ آپ کو آپ کے ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا (قبر میں بھی اور جنت میں بھی)۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہا سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: میں گیا اور ابوبکر وعمر (بھی گئے)، میں اندر آیا اور ابوبکر وعمر (بھی آئے)، میں باہر نکلا اور ابوبکر وعمر بھی باہر نکلے (رضي اللّٰه عنهم أجمعين)۔''[1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیخین رضی اللہ عنہما کی عظمت کے قائل تھے، بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نامۂ اعمال پر رشک کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ قبرِ اطہر اور منبر کے مابین رکھا ہوا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور صفوں کے سامنے کھڑے ہو گئے، پھر تین بار فرمایا:

"رحمة اللّٰه عليك، ما من خلق اللّٰه أحد أحب إلي من أن ألقاه بصحيفته بعد صحيفة النبي ﷺ من هذا المسجى عليه ثوبه"[2]

''آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سے میرے نزدیک کوئی بھی اس کفن پوش سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٦٨٥، ٣٦٧٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣٨٩)

[2] مسند أحمد، رقم الحديث (٨٦٦، ٨٦٧) وغيره. حسن لغيره.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اس جیسے نامۂ اعمال کے ساتھ ملوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابوجعفر محمد بن علی بن حسین عن علی سے روایت کیا ہے جسے امام محمد نے ''کتاب الآثار'' (رقم: ۸۶۶)، قاضی ابویوسف نے بھی ''کتاب الآثار'' (رقم: ۹۲۷) اور امام ابونعیم نے ''مسند ابی حنیفہ'' (ص: ۲۷) میں نقل کیا ہے۔ امام ابونعیم نے فرمایا ہے: یہ اگرچہ مرسل ہے، مگر یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحیح اور جید احادیث میں شمار ہوتا ہے۔ ابن سعد نے متعدد طرق سے اسے ذکر کیا ہے۔[1]

ہم یہاں اہلِ بیت کے مزید اقوال ذکر کر کے اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتے، البتہ اس حوالے سے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں جس سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"والنقل الثابت عن جميع علماء أهل البيت من بني هاشم من التابعين وتابعيهم من ولد الحسين بن علي وولد الحسن وغيرهما أنهم كانوا يتولّون أبابكر وعمر، وكانوا يفضلونهما على علي، والنقول عنهم ثابتة متواترة"[2]

''اہلِ بیتِ بنو ہاشم کے تمام تابعی علماء، اسی طرح حضرت حسین بن علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم کی اولاد میں سے تبع تابعی اہلِ علم سے صحیح طور پر منقول ہے کہ وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتے تھے اور ان دونوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے۔ ان سے یہ نقول تواتر سے ثابت ہیں۔''

---

[1] طبقات ابن سعد (۳/۳۷۰، ۳۷۱) تاريخ المدينة لابن شبه (۳/۹۳۷)

[2] منهاج السنة (٤/١٠٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد انھوں نے ان کے ان اقوال کے مخارج و مراجع ذکر فرمائے ہیں۔ شائقین ان کی مراجعت کر سکتے ہیں۔ یہاں اس کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی۔

خلاصۂ کلام:

ہماری ان گزارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ خطبۂ غدیرِ خُم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کا قطعاً اعلان نہ تھا، البتہ اہلِ بیت، بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مودّت و اخوت کا ناتا رکھنے کی تاکید تھی۔ اہلِ بیت میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خصوصی طور پر ذکر ایک پس منظر کی بنا پر تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ اہلِ بیت میں سے کسی کا ذکر نہیں فرمایا، بالخصوص حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی کوئی بات اِرشاد نہیں فرمائی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کا علم ہوتا (جیسا کہ روافض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب قرار دیتے ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں) تو لختِ جگر کے بارے میں وفاداری کی نصیحت ضرور فرماتے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ان کی امامت کے لیے نہیں تھا، بلکہ لشکر کے دلوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جو شکوہ و شکایت تھی، اس کے ازالے کے لیے ان کے مقام و مرتبے کا ذکر فرمایا ہے۔

یہ لشکر مدینہ طیبہ کے افراد پر مشتمل تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ کے راستے پر تھے تو غدیرِ خُم کے مقام پر انہی کو یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اگر امامت و خلافت جیسے اہم مسئلے کا اعلان مقصود ہوتا تو اس کا محل مکہ مکرمہ تھا جہاں میدانِ عرفات اور منٰی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبات اِرشاد فرمائے۔ ہر چہار جانب سے آنے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے سب کو وہ خطبات سنوا رہے تھے، چنانچہ حضرت عبدالرحمان بن معاذ تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم منٰی میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ اِرشاد فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے کانوں کو کھول دیا گیا، یہاں تک کہ ہم جہاں جہاں اپنے خیموں میں تھے اور آپ ﷺ جو کچھ فرما رہے تھے، ہم سن رہے تھے۔[1]

اس لیے اِمامت کے اہم مسئلے کا اگر اعلان مقصود تھا تو وہ عرفات یا منٰی میں کیا جاتا، تاکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے آگاہ ہو جاتے۔ مگر ایسا نہیں کیا، بلکہ جو کچھ فرمایا، وہ اہلِ مدینہ سے مدینہ طیبہ کے راستے پر فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت اِمامت کے لیے نہیں تھی، بلکہ ان سے اُخوت و مودّت کی تاکید کے لیے تھی، کیوں کہ اہلِ مدینہ پر مشتمل لشکر ہی کو ان سے شکوہ تھا۔

لمحۂ فکریہ:

یہاں اس پہلو سے بھی غور و فکر کی ضرورت ہے کہ خاندانِ قریش میں جو وقعت اور نام وری بنو عبد مناف اور بنو مخزوم کو حاصل تھی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان بنو تیم کو حاصل نہ تھی۔ اگر آنحضرت ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت کی ہوتی تو تمام بنو ہاشم ان کے ہم نوا ہوتے، بلکہ حضرت ابو سفیان اموی رضی اللہ عنہ نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو آپ کی ہمنوائی میں مَیں مدینہ طیبہ کو سواروں اور پاپیادہ لوگوں سے بھر دوں گا۔ مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سختی سے ان کی تردید کی۔ اس لیے یہ تاثر کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ناموافق حالات کی وجہ سے خاموشی اختیار کی تھی، امرِ واقع کے سراسر خلاف ہے۔ اگر وہ یہ فرما دیتے کہ آنحضرت ﷺ نے میرے بارے میں وصیت کی ہے، لہٰذا خلافت میرا حق ہے تو کیا بنو ہاشم آپ کے ہم نوا نہ ہوتے؟ اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی موثر ترین ہمدردی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ رد کرتے؟

بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ جب حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو بتلایا گیا کہ آپ کے

[1] سنن أبي داود مع العون (٢/١٤٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرزند ارجمند ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب کیا گیا ہے تو انھوں نے ازراہِ تعجب فرمایا کہ کیا بنوعبد مناف اور بنومخزوم نے انھیں خلیفہ تسلیم کر لیا ہے؟[1]

اس لیے ان دونوں طاقت ور اور پاپولر خاندانوں کے بجائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی نامزدی بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی وصیت رافضیوں کی کذب بیانی ہے، جیسا کہ امام قرطبی نے فرمایا ہے۔

اہلِ بیت کون ہیں؟

غدیرِ خُم کے خطبے میں جو بار بار اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا تاکیدی حکم فرمایا، اس بارے میں پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اہلِ بیت سے کون مراد ہیں۔

اہلِ بیت سے مراد گھر والے ہیں، چنانچہ علامہ راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أهل الرجل" ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اس کے ہم نسب یا ہم دین ہوں، یا کسی صنعت یا مکان میں شریک ہوں، یا ایک شہر میں رہتے ہوں۔ اصل میں "أهل الرجل" تو وہ ہیں جو کسی کے ساتھ اس کے مسکن میں رہتے ہوں، پھر مجازاً آدمی کے قریبی رشتے داروں پر "أهل بيت الرجل" کا لفظ بولا جانے لگا ہے۔ اور عرف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان پر بولا جانے لگا، کیوں کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ ﴾

[الأحزاب: ٣٣]

"اے پیغمبر کے اہلِ بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کر دے۔"

کبھی "أهل الرجل" سے مراد بیوی ہوتی ہے۔ "أهل الإسلام" کے معنی مسلمان قوم کے ہیں۔ شریعت نے اکثر احکام میں کافر اور مسلمان کے مابین چونکہ نسبی

[1] منهاج السنة (٤/ ١٢٣)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلق کو کالعدم قرار دیا ہے، اس لیے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے متعلق فرمایا:

﴿ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ﴾ [هود: ٤٦]

''یہ تیرے خاندان سے نہیں ہے، اس کے اعمال غیر صالح ہیں۔''[1]

علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں ''اہل'' کا اِطلاق دس معنوں میں ہوا ہے۔ اس کی تفصیل یہاں ضروری نہیں، شائقین "بصائر ذوي التمييز" (٢/ ٨٤) ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں انھوں نے ایک معنی یہ کیے ہیں کہ ''اہل'' یہ عترۃ، عشیرۃ، اولاد واحفاد اور ازواج کے معنی میں مستعمل ہے، جیسے فرمایا:

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ [طه: ١٣٢]

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ۔''

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ ﴾

[الأحزاب: ٣٣]

''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کردے اے گھر والو!''[2]

یہی بات دیگر ائمۂ لغت نے کہی ہے۔

جیسے ہم کہتے ہیں: ''اہلِ مکہ'' مکہ میں بسنے والے، ''اہلِ مدینہ'' مدینہ طیبہ میں رہنے والے اور "أهل القرى" بستی میں رہنے والے۔ اسی طرح ''اہلِ بیت'' گھر میں رہنے والے۔ ظاہر ہے کہ گھر میں بیوی، بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہوتی ہیں اور ان سب پر ''اہلِ بیت'' کا اطلاق ہوتا ہے۔

---

[1] مفردات القرآن (١/ ٩٦)

[2] بصائر ذوي التمييز (٢/ ٨٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ذکر ہے کہ جب وہ مدین سے پلٹے تو ان کے ہمراہ ان کے گھر والے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ ﴾ [القصص: ۲۹]

''پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے ''اہل'' (گھر والوں) کو لے کر چلے۔''

ایک اور مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے بارے میں فرمایا:

﴿ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ﴾ [النمل: ۷]

''جب موسیٰ نے اپنے ''اہل'' (گھر والوں) سے کہا: بلاشبہہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب فرشتے آئے اور انھوں نے بیٹے حضرت اسحاق اور پوتے حضرت یعقوب علیہما السلام کی بشارت دی تو اہلیہ حضرت سارہ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا کہ جب میرا خاوند بوڑھا ہو گیا ہے اور میں بھی بوڑھی ہو گئی ہوں تو کیا میں بیٹا جنوں گی؟ تو فرشتوں نے کہا:

﴿ اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۖ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۚ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴾ [هود: ۷۳]

''کیا تُو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔''

جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ''اہلِ بیت'' کا اطلاق بیوی پر ہوتا ہے۔ اسی مفہوم کے لیے مزید دیکھیے: سورۃ القصص (آیت: ۱۲)، سورت یوسف (آیت: ۲۵)

اب یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ان آیات میں حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی بیویاں تو اہلِ بیت ہوں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اہلِ بیت میں شامل نہ ہوں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر عبداللہ بن اُبی نے تہمت لگائی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عرشِ عظیم سے ان کی پاک دامنی کا اعلان سورۃ النور میں قرآن بنا کر نازل فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنِ مجید میں اظہارِ براءت سے قبل سخت صدمہ پہنچا، حتیٰ کہ آپ نے برسرِ منبر ارشاد فرمایا:

«يا معشر المسلمين! من يعذرني من رجل قد بلغني أذاه في أهل بيتي»[1]

''اے مسلمانوں کی جماعت! کون میری حمایت کرتا ہے، یا کون میری مدد کرتا ہے ایسے شخص کے مقابلے میں جس کی اِیذا رسانی میرے گھر والوں تک پہنچ گئی ہے۔''

اس حدیث میں بھی "أهل بيتي" سے بلا اختلاف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔

اسی طرح صحیح بخاری ہی میں ہے کہ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا، دعوتِ ولیمہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آ جا رہے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جا چکے تو بقیہ کھانا اُٹھا لینے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا، مگر تین اصحاب گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے اور فرمایا:

«السلام عليكم أهل البيت ورحمة الله»

تو اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی کہا:

"وعليك السلام ورحمة الله، كيف وجدت أهلك؟ بارك الله لك"

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٧٥٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ (یعنی پسند آئی یا نہیں؟) اللہ آپ کو برکت دے۔''

اس کے بعد باقی تمام ازواج کے گھروں میں تشریف لے گئے اور سب کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح سلام کہا اور سب نے وہی جواب دیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔[1]

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''اہلِ بیت'' سمجھتے اور کہتے ہیں۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو بھی انھیں اہلِ بیت سمجھنا چاہیے یا نہیں؟ فاعتبروا یا أولي الأبصار!

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر (۲۸) میں فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ ﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے۔''

پھر آیت نمبر (۳۰) میں فرمایا:

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ ﴾ ''اے نبی کی بیویو!''

یہی الفاظ آیت نمبر (۳۲) میں ہیں اور تمام خطابات میں الفاظ صیغۂ مونث اِستعمال ہوئے ہیں۔ آیت نمبر (۳۳) میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کو مخاطب کرتے ہوئے نماز پڑھنے، زکات دینے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دے کر فرمایا ہے:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ [الأحزاب: ۳۳]

''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دُور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے خوب پاک کرنا۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٧٩٣)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد آیت نمبر (۳۴) میں پھر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:

﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ﴾

''اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے، انھیں یاد کرو۔''

یہ سارا سیاق و سباق اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ اہلِ بیت سے یہاں رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن مراد ہیں، اور آنحضرت ﷺ کی دعا سے اس میں حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بھی شامل ہو گئے۔ مگر روافض ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اس آیتِ تطہیر کا مصداق تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا شبہہ یہ ہے کہ ﴿ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ ﴾ میں ضمیر مذکر اِستعمال ہوئی ہے، اس لیے اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں مراد نہیں ہیں۔

قرآنِ پاک میں تحریف کا اظہار:

حتیٰ کہ حکیم حافظ سید فرمان علی رافضی نے اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

''بعض اہلِ سنت کا خیال ہے کہ اس میں ازواج بھی شامل ہیں اور مدح و ثنا اور اہلِ بیت میں شامل ہیں۔ لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اگر ازواج مقصود ہوتے تو جس طرح ماقبل و مابعد کی آیت میں ضمیر جمع مونث حاضر تھی، اس میں بھی باقی رہتی، بلکہ اگر اس آیت کو درمیان سے نکال لو اور ماقبل و مابعد کو ملا کر پڑھو تو کوئی خرابی نہیں ہوتی، بلکہ اور ربط بڑھ جاتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس مقام کی نہیں، بلکہ خواہ مخواہ کسی خاص غرض سے داخل کی گئی ہے۔''[1]

[1] حاشیہ سید فرمان علی (ص: ۶۷۳) مطبوعہ: محمد علی چاولہ اینڈ کمپنی لمیٹڈ، کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إنا لله و إنا إليه راجعون! کیا یہ قرآنِ مجید میں تحریف اور تبدیلی کا اقرار و اعتراف نہیں؟ امرِ واقع یہ ہے کہ سوائے چند ایک روافض کے، باقی سب قرآنِ مجید میں تحریف کے قائل ہیں، جیسا کہ شہیدِ ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے "الشیعة والقرآن" میں تفصیل سے ذکر کیا۔ اور جو تحریف کا انکار کرتے ہیں وہ بھی تقیتاً انکار ہے۔ سید فرمان علی کے الفاظ اقرارِ تحریف کا بیّن ثبوت ہیں۔

یہ موضوع وسیع الذیل ہے، مگر ہمارا یہ موضوع نہیں، اس لیے اس سے ہم صرفِ نظر کرتے ہیں۔ آیت کی مناسبت سے ہم نے یہ قول ذکر کیا ہے۔ تنہا سید فرمان علی نہیں، بلکہ شیعہ اہلِ علم کی ایک جماعت نے یہی موقف اختیار کیا، چنانچہ "محقق آیت اللہ" العظمی شیرازی کے زیرِنظر جو تفسیر مرتب کی گئی جس کا ترجمہ سید صفدر حسین نجفی نے کیا اور "تفسیر نمونہ" کے عنوان سے مصباح القرآن ٹرسٹ (لاہور) سے شائع ہوا، اس میں بھی منقول ہے:

> "ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ﴾ کا جملہ ان آیات کے ساتھ نازل ہوا ہے، بلکہ روایات سے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ علیحدہ نازل ہوا ہے، لیکن پیغمبرِ اکرم ﷺ کے دور میں آیاتِ قرآن کی جمع آوری کے موقع پر، یا اس کے بعد ان آیات کے ساتھ قرار دیا گیا۔"[1]

اس سے متعلق متعدد باتیں قابلِ بحث ہیں، مگر ہمارا یہ موضوع نہیں۔ ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ان حضرات نے ﴿لِيُذْهِبَ عَنكُمُ﴾ میں ضمیر مذکر کی وجہ سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اس آیت سے نکال دیا، بلکہ اس آیت کا یہاں ذکر ہونے پر قرآنِ مجید میں تحریف و تبدیلی کا اظہار بھی کیا۔ حالانکہ اگر یہ حضرات

[1] تفسیر نمونہ (۹/۶۲۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ مجید ہی پر غور فرما لیتے تو شاید تحریف کے اظہار کی جسارت نہ کرتے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی زوجہ محترمہ کو جب بیٹے حضرت اسحاق اور پوتے حضرت یعقوب علیہما السلام کی بشارت دی گئی اور انھوں نے بڑھاپے میں اولاد ہونے پر تعجب کا اظہار کیا تو فرشتوں نے ان سے کہا:

﴿ أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۖ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ ﴾

[هود: ٧٣]

"کیا تُو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو!"

یہ آیت نصف النہار کی طرح روشن دلیل ہے کہ بیوی اہلِ بیت ہوتی ہے، جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر آئے ہیں، اور عورت کو یا اہلِ بیت کو "کم" کی مذکر ضمیر کے ساتھ مخاطب کیا جا سکتا ہے، جیسے آیتِ تطہیر میں "عنکم" مذکر کی ضمیر ہے، بعینہٖ سورۂ ہود میں "علیکم" بھی ضمیر مذکر ہے، اس لیے اہلِ بیت، یعنی خواتین کے لیے مذکر کی ضمیر اِستعمال ہوتی ہے، کیوں کہ گھر میں مرد اور خواتین، بڑے اور چھوٹے سبھی ہوتے ہیں، لہٰذا محض اس ضمیر کی وجہ سے تحریف تک کا دعویٰ بالکل باطل اور مذہبی خواہش پرستی کا نتیجہ ہے۔

آیتِ تطہیر کا شانِ نزول:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حسن سند کے ساتھ مروی ہے:

"نزلت في نساء النبي ﷺ خاصة"[1]

"یہ آیت خاص طور پر نبیِ کریم ﷺ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"

[1] تفسير ابن كثير (٦٣٨/٣) الاستيعاب في بيان الأسباب (١٠٤/٣)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عکرمہ بھی یہی فرماتے تھے، بلکہ بازار میں اس کا اعلان و اظہار کرتے تھے۔[1]

اس کے برعکس حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے جو یہ مروی ہے کہ یہ آیت پانچ حضرات کے بارے میں نازل ہوئی، میرے بارے میں، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں، اور علی، حسن، حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں۔[2] تو یہ روایت ضعیف ہے، کیوں کہ اس کی سند میں عطیہ بن سعد عوفی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"صدوق یخطئ کثیرا، کان شیعیا مدلسا"[3]

"صدوق اور بکثرت خطا کرتا تھا۔ شیعہ اور مدلس تھا۔"

نیز "طبقات المدلسین" (ص: ۵۰) میں ہے:

"ضعیف الحفظ، مشهور بالتدلیس القبیح"

"اس کا حافظہ کمزور ہے۔ بڑی بُری تدلیس میں مشہور ہے۔"

وہ روایت بیان کرتا ہوا "عن أبي سعید" کہتا اور خاموش ہوجاتا۔ یوں وہ وہم دلاتا کہ وہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ہیں، حالانکہ وہ ابوسعید الکلبی ہوتا۔[4]

اور یہ روایت بھی معنعن ہے، اس لیے یہ روایت بالکل ضعیف ہے۔ اس کے تشیع کا یہ عالم تھا کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل کہتا تھا۔[5]

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے تو اس کے ایک اور راوی بکر بن یحییٰ کو بھی ضعیف کہا ہے۔[6] بلکہ اس میں مندل بن علی ضعیف ہے۔[7] اسی مفہوم میں یہ روایت طبرانی میں

---

[1] تفسیر ابن کثیر (۳/ ۶۳۸)

[2] تفسیر ابن جریر بحواله تفسیر ابن کثیر (۶۴۱/۳) کشف الأستار (۳/ ۲۲۱)

[3] تقریب التهذیب (ص: ۲۴۰)

[4] تهذیب التهذیب (۲۲۶/۷)

[5] أیضاً.

[6] مجمع الزوائد (۱۶۷/۹۔ ۱۲۸)

[7] تقریب التهذیب (ص: ۳۴۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی مروی ہے مگر اس کا مدار بھی عطیہ عوفی پر ہے اور وہ ضعیف ہے۔[1]

اس لیے صحیح یہی ہے کہ اس آیت کا مصداق ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں اور متعدد احادیث کی بنا پر حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بھی اس کا مصداق ہیں، چنانچہ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ، جن کی پرورش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی، فرماتے ہیں کہ یہ آیت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا (ان کی والدہ) کے گھر میں نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور انھیں ایک چادر کے اندر کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی پیٹھ کے پیچھے تھے تو انھیں بھی چادر کے اندر کر لیا اور فرمایا:

«اللّٰهم هؤلاء أهل بيتي، فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا» قالت أم سلمة: وأنا معهم يا رسول اللّٰه(ﷺ)! قال: «أنت على مكانك وأنت إلى خير»[2]

''اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں، ان سے گندگی دور کر دے اور انھیں پاک کر دے خوب پاک کرنا۔'' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تُو اپنی جگہ پر ہے اور تُو خیر کی طرف ہے۔''

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ آیت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نازل ہوئی اور حضرت علی وغیرہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں دعا سے پہلے نازل ہوئی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کر کے حضرت علی وغیرہ رضی اللہ عنہم کو اہلِ بیت میں شامل کیا۔ اگر

---

[1] مجمع الزوائد (٩/ ١٦٧۔ ١٦٨)

[2] **صحيح**. سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٢٠٥، ٣٧٨٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کا یہ مقصد تھا کہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں تو کیا (معاذ اللہ) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اس کا علم نہیں تھا کہ یہ میرے نبی ﷺ کے اہلِ بیت ہیں؟!

نیز آنحضرت ﷺ کا دعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آیتِ تطہیر بطور خبر نہیں تھی۔ اگر خبر ہوتی تو اس پر آنحضرت ﷺ کو حمد وثنا کرنی چاہیے تھی کہ اہلِ بیت کو یہ اعزاز بخشا گیا ہے۔ مجرد دعا پر اِکتفا نہ فرماتے۔[1]

دراصل آنحضرت ﷺ نے دعا کر کے انھیں بھی اہلِ بیت میں شامل کرنے، ان سے گندگی دور کرنے اور انھیں پاک صاف کرنے کی دعا فرمائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو اس دعا میں شریک کرنے کی التماس کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم تو پہلے ہی اس مقام ومرتبے اور خیر پر ہو۔ بھلا جس کے گھر میں یہ آیت نازل ہوئی، وہ اس کے مصداق سے خارج کیسے ہوسکتی ہے؟!

اسی مفہوم کی روایت صحیح مسلم (رقم: ۲۴۲۴) میں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ترمذی (رقم: ۳۸۷۱)، مسند احمد (۶/ ۲۹۲، ۲۹۶، ۲۹۸) اور مسند اسحاق (رقم: ۱۸۷۴) وغیرہ کتب میں سندِ حسن وصحیح سے مروی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ ہمارا مقصد سب روایات کا استیعاب نہیں، بلکہ بتلانا یہ مقصود ہے کہ اس آیت کا مصداق ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں اور آنحضرت ﷺ کی دعا سے حضرت فاطمہ، حضرت علی وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی اہلِ بیت میں شامل ہیں۔

البتہ وہ روایات جن میں ذکر ہے کہ چھے ماہ تک، ایک روایت میں ہے سات ماہ تک اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس روز تک، آنحضرت ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے پر تشریف لے جاتے اور فرماتے: "السلام علیکم أهل البیت!"

---

[1] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: منهاج السنة (۲/ ۱۱۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ آیتِ تطہیر تلاوت فرماتے۔ تو یہ سب روایات ضعیف ہیں۔[1] اسی مفہوم کی ایک روایت ترمذی (رقم: ۳۲۰۶) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مگر وہ بھی علی بن زید بن جدعان کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بڑی نفیس بات فرمائی ہے کہ آیتِ تطہیر کا سیاق ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں ہے، اسی لیے اس کے بعد بھی انھیں مخاطب فرمایا گیا ہے:

﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ﴾

[الأحزاب: ٣٤]

''اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور حکمت کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے، انھیں یاد کرو۔''

یہ شرف خاص طور پر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو حاصل ہے کہ ان کے گھروں میں وحی نازل ہوتی تھی، ان کے علاوہ کسی اور کے گھر میں وحی کا نزول ثابت نہیں۔ اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ خاص اعزاز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ لحاف میں لیٹے ہوتے تو اس حالت میں بھی وحی نازل ہوتی تھی، اس لیے اس کا مصداق بہرحال ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں اور وہ اہلِ بیت ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار بھی آیتِ تطہیر کا مصداق ہیں۔ اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ ﴾ [التوبة: ١٠٨]

''یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقوے پر رکھی گئی ہے۔''

سیاق و سباق کے اِعتبار سے اس مسجد سے مراد مسجدِ قبا ہے، کیوں کہ اس کی

[1] مجمع الزوائد (۹/۱۶۸۔ ۱۶۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنیاد، مسجدِ ضرار کے برعکس، پہلے روز ہی سے تقوے پر تھی، لیکن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو آدمیوں نے مسجد کے بارے میں بحث کی کہ اس آیت میں کون سی مسجد مراد ہے۔ ایک نے کہا کہ مسجدِ قبا مراد ہے اور دوسرے نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا:

«هو مسجدي هذا» [1] ''وہ میری یہ مسجد ہے۔''

یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیگر کتبِ احادیث و تفاسیر میں بھی منقول ہے۔ [2]

جیسے یہاں سیاقِ قرآن میں تو مسجدِ قبا مراد ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنی مسجد مبارک کو بھی شامل فرمایا ہے، بالکل یہی معاملہ آیتِ تطہیر کا ہے کہ سیاق و سباق تو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت علی وغیرہ رضی اللہ عنہم کو بھی شامل کیا ہے۔ یہی بات شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ''منہاج السنۃ'' (۴/۲۱) میں فرمائی ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت خطبۂ غدیرِ خُم کے متعلق پہلے ہم صحیح مسلم (رقم: ۲۴۰۸) کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں جس کے آخر میں تین بار یہ فرمان ہے:

«أذكركم الله في أهل بيتي»

''میں تمھیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں۔''

حصین بن سبرہ رحمہ اللہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کے اہلِ بیت نہیں ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا:

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (۳۰۹۹) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

[2] دیکھیں: تفسیر ابن کثیر (۲/۵۱۲، ۵۱۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"إن نساءه من أهل بيته، ولكن أهل بيته من حرم الصدقة بعده. قال: ومن هم؟ قال: هم آل علي وآل عقيل وآل جعفر وآل عباس. قال: أكل هؤلاء حرم الصدقة؟ قال: نعم"[1]

''آنحضرت ﷺ کی بیویاں آپ کے اہلِ بیت میں سے ہیں، لیکن اہلِ بیت وہ ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ حصین بن سبرہ رحمہ اللہ نے کہا: وہ کون ہیں؟ انھوں نے فرمایا: وہ حضرت علی، حضرت عقیل، حضرت جعفر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کی آل اولاد ہے۔ حصین رحمہ اللہ نے پوچھا: کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی بیویاں آپ کے اہلِ بیت ہیں۔

کیا ازواجِ مطہرات پر صدقہ حرام نہیں؟

رہی یہ بات کہ اہلِ بیت سے مراد وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے تو کیا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے صدقہ حرام نہیں تھا؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگرچہ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے اس بات پر اتفاق کا دعویٰ کیا ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اس حرمت کے حکم میں شامل نہیں، مگر امام خلال رحمہ اللہ نے بواسطہ ابن ابی مُلیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"إنا آل محمد ﷺ، لا تحل لنا الصدقة"

''ہم حضرت محمد ﷺ کی آل ہیں، ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔ ابن ابی شیبہ میں

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٤٠٨)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ خالد بن سعید بن العاص نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں صدقہ کی گائے بھیجی تو انھوں نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہیں، ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔[1] یہی بات علامہ عینی رحمہ اللہ نے بھی نقل کی ہے۔[2] ازواجِ مطہرات کو خمس سے عطا کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے لیے صدقہ حلال نہیں تھا، جیسا کہ آیندہ اس کا ذکر آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کون کون ہیں؟

پہلے یہ دیکھیے کہ "آل" کے بارے میں ائمۂ لغت نے کیا کہا ہے، چنانچہ علامہ راغب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ "آل" اصل میں "أهل" ہے، کیوں کہ اس کی تصغیر "أهيل" آتی ہے۔ "ھ" کو ہمزہ سے بدلا گیا تو یہ "أَئْل" ہوا۔ اس کے ثقل کو دُور کرنے کے لیے "آل" کہا گیا۔

بعض نے کہا ہے کہ "آل" دراصل شخص کے معنی میں ہے۔ اس کی تصغیر "أُوَيْل" ہے۔ یہ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جس کا دوسرے کے ساتھ ذاتی تعلق ہو؛ قریبی رشتہ داری یا ویسے تعلق ہو، جیسے: آلِ ابراہیم، آلِ عمران اور آلِ فرعون ہے۔[3]

علامہ فیروز آبادی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں یہ تین معنوں میں مستعمل ہے:

1. بمعنی قوم اور متبع، جیسے آلِ فرعون ہے۔
2. بمعنی اہلِ بیت اور جو گھر میں موجود ہیں، جیسے سورۃ القمر (آیت: ۳۴) میں ہے:

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة (١٠٨١١، ٣٧٦٨٢) فتح الباري (٣/ ٣٥٦)

[2] عمدة القاري (٨٧/٩)

[3] مفردات القرآن (ص: ٩٨)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ﴾

"بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے۔"

3 بمعنی قرابت دار اور تمام اولاد، جیسے: آلِ ابراہیم اور آلِ عمران فرمایا گیا ہے۔[1]

"آل" کی اضافت کسی اسم نکرہ، یا زمان، یا مکان کی طرف درست نہیں، اس لیے "آل رجل" اور "آل مکان" کہنا درست نہیں۔ البتہ اہلِ مکان، اہلِ بلد، اہلِ زمن درست ہے، بلکہ اس کی اضافت ناطقین (انسان) میں ہمیشہ عَلَم کی طرف ہوتی ہے، اسی طرح یہ ہمیشہ صاحبِ شرف اور افضل ہستی کی طرف مضاف ہوتا ہے۔

"آل النبي ﷺ" سے کون مراد ہیں؟ اس میں اختلاف ہے:

1 بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ وہ کون ہیں؟ اس میں پھر اختلاف ہے: ① وہ بنو ہاشم ہیں۔ ② وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔ ③ وہ بنو ہاشم اور ان سے اوپر سب بنو غالب ہیں۔

2 دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور نبی ﷺ کی اولاد مراد ہے۔

3 اس سے قیامت تک نبی ﷺ کے تمام متبعین مراد ہیں۔

4 اتقیاء و اولیاء مراد ہیں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے "جلاء الأفهام" میں ان چاروں اقوال کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ اسی بحث کے لیے، نیز نبی ﷺ کے قرابت دار کون کون ہیں، اس کے متعلق تفصیل کے لیے دیکھیے: "فتح الباری" (۳/۳۵۴، ۷/۷۸، ۱۱/۱۶۰)، "المجموع" (۳/۴۶۶)، احکام القرآن لابن العربی، الشفاء مع شرح نسیم الریاض وغیرہ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان، جسے اوپر ہم نے ابن ابی شیبہ اور ابن حجر

[1] بصائر ذوي التمييز (٢/١٦٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے حوالے سے نقل کیا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ''آل'' میں شامل ہیں اور ان پر بھی صدقہ حرام ہے۔ گو اس مسئلے میں اختلاف ہے، لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کی بیویاں ''آل'' میں شامل ہیں، چنانچہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف کے عموماً الفاظ ہیں:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ»

جب کہ حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ہم آپ پر کیسے درود پڑھیں؟ تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ یوں پڑھو:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ»[1]

یہ صحیح حدیث اس بات کی واضح برہان ہے کہ عموماً جو درود شریف میں ''آل محمد'' کا لفظ آیا ہے تو اس میں ''آل'' سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور آنحضرت ﷺ کی ذرّیت مراد ہے۔[2]

اسی طرح امام احمد نے بواسطہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن رجل من اصحاب النبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ یوں درود شریف پڑھتے تھے:

"اللهم صل على محمد و علىٰ أهل بيته وعلىٰ أزواجه وذريته كما صليت علىٰ آل إبراهيم إنك حميد مجيد" الحديث.[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٣٦٠، ٣٣٦٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٠٧)

[2] التمهيد (١٧/٣٠٢، ٣٠٣) جلاء الأفهام (ص: ٢٧٦) ط: دارالكتب بتحقيق الشيخ مشهور بن حسن رحمہ اللہ

[3] مسند أحمد (٥/ ٣٧٤) طحاوي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[1] اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ''آلِ محمد'' پر جو درود شریف کا عموماً ذکر ہے اس میں آپ ﷺ کے اہلِ بیت، ازواجِ مطہرات اور آپ ﷺ کی ذریت مراد ہے۔

علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا»[2]

''اے اللہ! آلِ محمد کا رزق گزارے کے لائق دے۔''

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"مَا شَبِعَ آلُ محمد ﷺ من خُبزِ بُرٍّ مأدومٍ ثلاثةَ أيامٍ حتى لحق باللّٰه"[3]

''آلِ محمد ﷺ نے تین دن گندم کی روٹی سالن کے ساتھ پیٹ بھر کر نہیں کھائی، تا آنکہ آنحضرت ﷺ اللہ سے جا ملے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"كان رسول اللّٰه ﷺ يبيت الليالي المتتابعة طاويا وأهله لا يجدون عشاء"[4]

''رسول اللہ ﷺ کئی راتیں خالی پیٹ گزار دیتے اور آپ ﷺ کے اہلِ خانہ کو شام کا کھانا نہیں ملتا تھا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

[1] صفة صلاة النبي ﷺ (ص: ١٤٧)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٤٦٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٥٥)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٤٢٣، ٥٤٣٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩٧٠)

[4] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٣٦٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ما أكل آل محمد ﷺ أكلتين في يوم إلا إحداهما تمر"[1]

''محمد ﷺ کی آل نے کسی دن دو دفعہ کھانا نہیں کھایا، مگر ان میں سے ایک دفعہ صرف کھجور ہوتی تھی۔''

یہ احادیث بھی اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ ''آلِ محمد'' اور ''اہلِ بیت'' سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن مراد ہیں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ بات تو سب پر عیاں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد اور تمام بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ان احادیث کا قطعاً مصداق نہیں ہیں، کیوں کہ ان میں اغنیاء بھی تھے۔''[2]

اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمل سے بھی ہوتی ہے۔ ان کی خدمت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ (درہم) بھیجا تو انھوں نے ایک ہی مجلس میں اسے تقسیم کر دیا۔ ان کی لونڈی نے عرض کی کہ کچھ درہم رکھ لیے ہوتے، تاکہ ہم ان سے گوشت خرید لیتے۔ تو انھوں نے فرمایا: پہلے یاد کرایا ہوتا تو کچھ رکھ لیتی۔[3]

یہی موقف امام احمد رحمہ اللہ کا بھی ہے کہ ''اہلِ بیت'' اور ''آلِ محمد ﷺ'' میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن شامل ہیں۔ علاوہ ازیں قابلِ غور بات یہ بھی ہے کہ "آل إبراهيم" میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ازواج مراد ہیں، مگر "آل محمد" میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن مراد کیوں نہیں؟!

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اسی بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٤٥٥)

[2] جلاء الأفهام، (ص: ٢٨١)

[3] مستدرك حاكم (١٣/٤) ابن سعد (٦٧/٨) الأسخياء للدارقطني، رقم الحديث (٣٦، ٣٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آنحضرت ﷺ کی ''آل'' میں شامل ہیں۔[1] حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ ''آل'' سے مراد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ہیں۔[2] حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس بارے میں چار اقوال اور ان کے دلائل ذکر کرنے کے بعد بالآخر فرمایا ہے:

''صحیح پہلا قول ہے، اسی کے ساتھ دوسرا قول ملا ہوا ہے۔ تیسرا اور چوتھا قول ضعیف ہے۔''[3]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے:

''ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا یہ اِختصاص ہے کہ ان کا تعلق آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہمیشہ کے لیے ہے (دوسرے انسانوں کی بیویوں کی طرح نہیں کہ خاوند فوت ہوجائے تو بیوی دوسرا نکاح کرسکتی ہے)، آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی۔ وہ دنیا میں بھی آپ ﷺ کی بیویاں ہیں اور جنت میں بھی آپ ﷺ کی بیویاں ہیں۔ ان کا یہ تعلق نسب کے قائم مقام ہے، اس لیے صحیح قول یہی ہے اور یہ قول امام احمد رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے کہ صدقہ ان پر حرام ہے، کیوں کہ صدقہ اولادِ آدم کی میل کچیل ہے اور اس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان جلیل القدر ہستیوں کو بچایا ہے۔

باعثِ تعجب یہ بات ہے کہ بیویاں «اللّٰهم اجعل رزق آل محمد قوتا» میں اور قربانی کے وقت آپ کے فرمان «اللّٰهم هذا عن محمدٍ و آل محمد» میں، اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول "ما

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: منهاج السنة (٤/٢١)

[2] القول البديع (ص: ٨٢) ط: سيالكوٹ

[3] جلاء الأفهام (ص: ٢٨٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شبع آل رسول اللهﷺ من خبز بر" میں اور "اللّٰهم صل على محمد و على آل محمد" میں تو شامل ہوں، لیکن « إن الصدقة لا تحل لمحمد و لا لآل محمد» صدقہ کی حرمت میں آل میں شامل نہ ہوں، جبکہ صدقہ اوساخ الناس ہے اور ازواجِ مطہرات زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اس سے بچیں اور دُور رہیں۔

رہا یہ سوال کہ اگر صدقہ ان پر حرام ہوتا تو ان کے غلاموں پر بھی حرام ہوتا، جیسے بنوہاشم پر صدقہ حرام ہے تو ان کے غلاموں پر بھی حرام ہے، جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی حضرت برزیہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ دیا گیا تو آنحضرت ﷺ نے اس کے لیے صدقے کو حرام قرار نہ دیا، جیسا کہ صحیح بخاری (رقم: ۱۴۹۳) اور صحیح مسلم (رقم: ۱۰۷۵) میں ہے۔ اسی شبہے کی بنا پر عموماً ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر صدقہ حلال قرار دیا گیا ہے۔

مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر صدقے کی حرمت اِصالتاً نہیں، بلکہ آنحضرت ﷺ کے بالتبع ہے، ورنہ نبی ﷺ سے رشتۂ اِزدواج سے پہلے ان پر صدقہ حرام نہیں تھا، اس لیے وہ اس حرمت کے حکم میں فرع کی حیثیت سے ہیں اور غلاموں پر صدقے کی حرمت ان کے مالک پر حرمت کی فرع کی بنا پر ہے، اس لیے جب بنوہاشم پر صدقے کی حرمت اِصالتاً ہے تو ان کے غلام ان کے بالتبع ہیں، مگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر صدقے کی حرمت اِصالتاً نہیں، بالتبع ہونے کے لحاظ سے ہے تو اس کا اثر ان کے غلاموں پر نہیں ہے، کیوں کہ وہ فرع کی فرع ہیں۔"[1]

[1] جلاء الأفهام (ص: ۲۸۲، ۲۸۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس وضاحت سے یہ بات بالکل نکھر جاتی ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن جیسے ''اہلِ بیت'' میں شامل ہیں، بالکل اسی طرح وہ آنحضرت ﷺ کی ''آل'' میں بھی شامل ہیں اور ان پر بھی صدقہ حرام ہے جیسے دیگر آل پر حرام ہے۔ یہی موقف شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ہے۔[1]

[1] دیکھیے: منهاج السنة (۲/۱۱۸، ۲۵۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اہلِ بیت'' اور ''آل'' کے حقوق

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہوں یا دیگر اہلِ بیت رضی اللہ عنہم ان پر زکاۃ وصدقہ حرام ہونے کی بنا ان کی ضروریاتِ زندگی کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ مالِ غنیمت میں سے جو خُمس ملتا تھا اس میں انھیں حق دار بنایا۔ اور یہی حالت مالِ فَے کی تھی، چنانچہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ﴾ [الأنفال: ٤١]

''اور جان لو کہ بے شک تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔''

یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام تو بطور اصل مالک کے ہے، کیوں کہ سب مال اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اصل خُمس کے پانچ مصارف ہیں: اس میں سے ایک حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اور اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی ضروریات کے لیے رکھتے تھے۔ ضروریات کے بعد عام مسلمانوں کی مصلحت پر یا جہاد پر خرچ کرتے تھے۔ ﴿وَلِذِی الْقُرْبٰی﴾ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار مراد ہیں اور وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب تھے۔ انہی دو قبیلوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا۔ ﴿اَلْیَتٰمٰی﴾ سے وہ نابالغ بچے مراد ہیں جن کے باپ فوت ہو چکے ہوں۔ ﴿اَلْمَسٰكِیْنِ﴾ وہ ہیں جن کی آمدنی ضرورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کم ہو۔ ﴿ اِبْنِ السَّبِيْلِ ﴾ یعنی مسافر۔ خمس کے علاوہ باقی مال مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

رہا مالِ فَے تو یہ وہ مال ہے جو جہاد کے بغیر محض اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا۔ دشمنوں سے کسی مڈبھیڑ کے بغیر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فتح ونصرت عطا فرماتا ہے اور دشمنوں کے دلوں میں ان کا رعب ڈال دیتا ہے، جیسے: یہودیوں کا قبیلہ بنونضیر تھا جو مدینہ طیبہ سے صرف دو میل کی مسافت پر تھا، یا بنوقریظہ، یا خیبر کا وہ علاقہ جو جنگ کے بغیر فتح ہوا، جیسے فدک وغیرہ۔

اس مالِ فَے میں مجاہدین کا کوئی حصہ نہیں، بلکہ یہ سب انہی پانچ مصارف میں تقسیم کرنے کا حکم ہے جن میں مالِ غنیمت کا خمس صرف کرنے کا حکم ہے۔ یہی قول امام مالک رحمہ اللہ کا ہے اور اقرب الی الصواب ہے۔

مالِ فَے کے بارے میں یہ حکم سورۃ الحشر (آیت: ۷) میں بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"كانت أموال بني النضير مما أفاء الله على رسوله ﷺ مما لم يوجف المسلمون عليه بخيل ولا ركاب، فكانت لرسول الله ﷺ خاصة، ينفق على أهله منها نفقة سنته، ثم يجعل ما بقي في السلاح والكراع عدة في سبيل الله"[1]

"بنونضیر کے اموال ان اموال میں سے تھے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بطورِ فَے عطا فرمائے تھے، جن پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص تھے۔ آپ ان میں سے اپنے گھر والوں کو ایک سال کا خرچ دیتے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٨٨٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جو باقی بچتا اُسے جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کے لیے اسلحے اور گھوڑوں میں صرف کر دیتے۔"

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد یہی طریقہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا رہا، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی وراثت کا مطالبہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے یہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے:

«لا نورث، ما تركنا صدقة»

"ہمارا (انبیاء علیہم السلام کا) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔"

دوسری بات انھوں نے یہ فرمائی:

"لست تاركا شيئا كان رسول الله ﷺ يعمل به إلا عملت به، فإني أخشى إن تركت شيئا من أمره أن أزيغ"[1]

"میں کوئی ایسی چیز چھوڑنے والا نہیں جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ میں ڈرتا ہوں کہ آپ ﷺ کی کوئی بات چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جاؤں۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انھوں نے مدینہ طیبہ کا صدقہ، یعنی بنونضیر کے مالِ فَے کا انتظام و انصرام حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مطالبے پر ان کے سپرد کر دیا، مگر جب ان کے مابین بھی اختلاف ہوا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اس وقت وہاں حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! میرے اور اس (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے مابین فیصلہ فرما

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٠٩٣)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیجیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کہنے لگے: ہاں امیر المومنین! ان کا فیصلہ کر دیجیے اور ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے بے فکر کر دیجیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم سے اللہ کی، جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں، قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو ہم چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہے۔''؟ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا: بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مخاطب ہوئے اور کہا: اب میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے؟ انھوں نے کہا: بے شک فرمایا ہے!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب میں اس کی وضاحت کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالِ فَے میں سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص حصہ مقرر کیا ہے جو کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ پھر انھوں نے (سورۃ الحشر کی) یہ آیت پڑھی: ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ... الخ﴾ تو یہ جائیدادیں (بنونضیر، فدک وغیرہ کی) خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھیں، مگر اللہ کی قسم! انھوں نے یہ جائیدادیں آپ کو نظر انداز کر کے اپنے لیے خاص نہیں کیں اور نہ خاص اپنے خرچ میں لائے، بلکہ آپ لوگوں ہی کو دیں اور آپ ہی کے کاموں میں خرچ کیں، حتیٰ کہ یہ مال اس میں سے بچ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی میں سے اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کا سال بھر کا خرچہ کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد جو بچ جاتا وہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے خرچ کر دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو زندگی بھر اسی طرح کرتے رہے۔ (اے حاضرین!) تمھیں اللہ کی قسم! کیا تم یہ نہیں جانتے؟ انھوں نے کہا: بے شک جانتے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ کو بھی اللہ کی قسم! کیا آپ یہ نہیں جانتے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اُٹھا لیا تو حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہوں اور انھوں نے یہ جائیدادیں اپنے قبضے میں رکھیں۔ پھر جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آمدنی سے کرتے تھے، وہی وہ بھی کرتے رہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں سچے، نیک، سیدھی راہ پر اور حق کے تابع تھے۔

پھر اللہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اُٹھا لیا اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جانشین بنا۔ میں نے اپنی حکومت کے ابتدائی دو سال تک اس جائیداد کو اپنے قبضے میں رکھا اور جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے رہے، ویسا ہی میں بھی کرتا رہا۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں ان جائیدادوں کے بارے میں سچا، نیک، سیدھی راہ پر اور حق کے تابع رہا۔

پھر آپ دونوں میرے پاس آئے اور بالاتفاق گفتگو کرنے لگے۔ آپ دونوں ایک تھے۔ اے عباس! آپ آئے اور مجھ سے اپنے بھتیجے کے مال کا سوال کرتے تھے اور یہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) آئے اور وہ اپنی بیوی کا حصہ ان کے والد کے مال سے لینے کا مطالبہ کرتے تھے۔ میں نے آپ دونوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو ہم چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہے۔''

پھر مجھے یہ مناسب لگا کہ میں یہ جائیدادیں آپ لوگوں کے قبضے میں دے دوں تو میں نے آپ سے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں تو میں یہ جائیداد آپ کے سپرد کیے دیتا ہوں، مگر اس عہد و اقرار پر کہ آپ اس آمدنی سے وہ سب کام کرتے رہیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں اور میں اپنی حکومت کی ابتدا میں کرتا رہا ہوں۔ آپ دونوں نے (اس شرط کو قبول کر کے) کہا کہ یہ ہمیں دے دیں تو میں نے اس شرط پر دے دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: (اے حاضرین!) میں تمھیں قسم دے کر پوچھتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ کیا میں نے یہ جائیداد ان کے سپرد کی یا نہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں، سپرد کر دی تھی۔ پھر وہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا میں نے یہ جائیداد آپ کے سپرد کی؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو کیا آپ مجھ سے اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کروانا چاہتے ہیں؟ اللہ کی قسم جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں، اس کے بارے میں میں اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ اگر آپ سے اس کا انتظام نہیں ہوسکتا تو پھر جائیداد میرے سپرد کر دیں، میں اس کا انتظام کر لوں گا۔[1]

یہی روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے "كتاب المغازي، باب حديث بني النضير" میں بھی ذکر کی ہے جس میں اس بات کا اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج رضی اللہ عنہن نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ مالِ فَے میں سے ان کا آٹھواں حصہ ترکے میں سے ہمیں ملنا چاہیے، مگر میں نے ان کو منع کیا اور کہا: کیا تمھیں اللہ کا ڈر نہیں، تم یہ نہیں جانتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

> "ہمارا کوئی وارث نہیں۔ جو ہم چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہے۔ اس سے آپ اپنے آپ کو مراد لیتے تھے۔ البتہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل اس مال میں سے کھائے گی۔"

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ترکہ مانگنے سے رک گئیں۔

(عروہ کہتے ہیں:) یہ مال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبضے میں رہا۔ انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس پر قبضہ نہ کرنے دیا۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے قبضے میں رہا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قبضے میں رہا، پھر حضرت زین العابدین علی بن حسین اور

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٠٩٤، ٥٣٥٨، ٦٧٢٨) وغيره

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حسن بن حسن (حسن مثنیٰ) رحمہ اللہ دونوں کے قبضے میں رہا۔ دونوں باری باری اس کا انتظام کرتے رہے۔ پھر زید بن حسن بن علی رحمہ اللہ کے پاس رہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہے (یعنی یہ حضرات مالک نہیں متولی بن کر رہے)۔[1]

یہاں آنحضرت ﷺ کی میراث کے حوالے سے اہلِ سنت اور روافض کے مابین اختلاف کی تفصیل، روافض کے استدلال کی پوزیشن، اور اہلِ سنت کے مبنی برحق موقف کی وضاحت مقصود نہیں اور نہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روافض کے پروپیگنڈے کا جواب دینا ہمارا موضوع ہے، بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ بتلانا ہے کہ اہلِ بیت، آلِ رسول ﷺ کا یہ اختصاص ہے کہ ان پر صدقہ تو حرام ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے جو خمس یا مالِ فَے آنحضرت ﷺ کے لیے رکھا ہے، آپ ﷺ اسے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر اور دیگر اہلِ بیت پر خرچ کرتے اور جو بچ رہتا، اُسے جہاد کی راہ میں صرف فرماتے۔

2- محبتِ اہلِ بیت:

اہل السنۃ والجماعت تمام صحابہ کرام سے عقیدت ومحبت کو ایمان کی علامت اور ان سے بغض و عداوت کو نفاق کی علامت قرار دیتے ہیں۔ ائمہ سلف رحمہم اللہ میں سے جن حضرات نے اصول السنہ اور عقیدہ پر کتابیں لکھی ہیں، انھوں نے صحابہ کرام سے عقیدت ومحبت اور ان کی تعظیم وتکریم اور ان کی صداقت و عدالت کو دین کا اصل الاصول قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۲۱ھ) اپنی مشہور کتاب "العقيدة الطحاوية" میں رقم طراز ہیں:

"نحب أصحاب رسول اللهﷺ، ولا نفرط في حب أحد

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٠٣٤) مزید دیکھیے: فتح الباري (٦/٢٠٧، ٢٠٨)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منهم ولا نتبرأ من أحد منهم، ونبغض من يبغضهم، وبغير الخير يذكرهم، ولا نذكرهم إلا بخير، وحبهم دين و إيمان و إحسان، وبغضهم كفر و نفاق و طغيان"[1]

"ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں، ان میں سے نہ کسی کی محبت میں افراط کا شکار ہیں اور نہ کسی سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے اور خیر کے بغیر ان کا ذکر کرتا ہے، ہم اس سے بغض رکھتے ہیں، اور ہم ان کا ذکر صرف بھلائی سے کرتے ہیں۔ ان سے محبت دین و ایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض کفر و نفاق اور سرکشی ہے۔"

ائمہ کرام کی اس نوعیت کی تصریحات کو ہم نے "مشاجراتِ صحابہ اور سلف کا موقف" اور "مقامِ صحابہ" میں ذکر کیا ہے۔ شائقین ان کی مراجعت فرمائیں۔

اہلِ سنت جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں تو ان میں حضرات اہلِ بیت بالاولیٰ شامل ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اہلِ سنت کا عقیدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"ويحبون أهل بيت رسول الله ﷺ، ويتولونهم ويحفظون فيهم وصية رسول الله ﷺ حيث قال يوم غدير خم: أُذكر كم الله في أهل بيتي"[2]

"اور وہ رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت سے محبت کرتے ہیں اور ان سے دوستی رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو یاد

[1] العقيدة الطحاوية مع شرحه لابن أبي العز (ص: ٤٦٧)

[2] العقيدة الواسطية مع شرحه (ص: ١٨٨) ط دار ابن حزم.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں جو آپ ﷺ نے غدیرِ خُم کے روز فرمائی تھی کہ میں تمھیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔"

نیز انھوں نے فرمایا:

"ولا ريب أن لآل محمد ﷺ حقاً على الأمة لا يشركهم فيه غيرهم، ويستحقون من زيادة المحبة والموالاة ما لا يستحقه سائر بطون قريش... الخ"[1]

"اور کوئی شک نہیں کہ محمد ﷺ کی آل کا امت پر ایسا حق ہے جس میں کوئی اور ان کا شریک نہیں اور وہ قریش کے دوسرے خاندانوں سے محبت وموالات کے زیادہ حق دار ہیں۔"

امام ابوبکر بن عیاش فرمایا کرتے تھے:

"لو أتاني أبو بكر و عمر و علي رضي الله عنهم في حاجة لبدأت بحاجة علي قبلهما لقرابته عن رسول الله ﷺ، ولأن أخر من السماء إلى الأرض أحب إلي من أن أقدمه عليهما"[2]

"اگر میرے پاس کسی ضرورت کے لیے ابوبکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم تشریف لائیں تو میں علی رضی اللہ عنہ کی ضرورت پہلے پوری کروں گا، رسول اللہ ﷺ سے ان کی قرابت داری کی وجہ سے، اور اگر میں آسمان سے زمین پر آ گروں تو یہ مجھے گوارہ ہے مگر علی رضی اللہ عنہ کو ان دونوں سے مقدم کرنا گوارہ نہیں۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ قریش بیٹھے باتیں کر رہے ہوتے ہیں، ہم ان کے پاس جاتے ہیں تو وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔

---

[1] منهاج السنة (٢/ ٢٥٩)

[2] تاريخ بغداد (١٤/ ٣٧٦) تاريخ دمشق (٣٠/ ٣٩٦) فتح المغيث (٤/ ١١٦) وغيره

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ باہم باتیں کرتے ہیں، لیکن جب میرے اہلِ بیت میں سے کسی کو دیکھتے ہیں تو وہ خاموش ہو جاتے ہیں:

«والله لا يدخل قلب رجل الإيمان حتى يحبهم لله ولقرابتهم مني»[1]

''اللہ کی قسم! کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوسکتا حتی کہ وہ ان سے اللہ کے لیے اور ان سے میری قرابت کا لحاظ رکھتے ہوئے محبت رکھے۔''

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے "سلسلة الأحاديث الضعيفة" (رقم: ٤٤٣٠) میں ضعیف قرار دیا ہے۔ تاہم فرمایا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ (۱۲/ ۱۰۹) میں یہ مرسل ہے جس کے راوی ثقہ اور صحیح بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔

"وبالجملة فيبدو من مجموع الطرق أن للقصة أصلًا"

''خلاصۂ کلام یہ کہ ان مجموعی طرق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قصے کا اصل ہے۔''

"فضائل الصحابه لأحمد بن حنبل" (۱۷۵۶) میں بھی یہ ابو الضحی مسلم بن صبیح الہمدانی سے مرسلاً مروی ہے، مگر دکتور شیخ وصی اللہ عباس حفظہ اللہ نے اس کے حواشی میں فرمایا ہے:

"ووجدته موصولًا في أمالي طراد الزينبي من طريق سفيان عن أبيه عن أبي الضحى عن ابن عباس قال: قال العباس. وهذا إسناد موصول صحيح"

''میں نے امالی طراد الزینبی میں سفیان عن ابیہ عن ابی الضحی عن ابن عباس

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٤٠) مسند أحمد (١/ ٢٠٧) الحاكم (٣/ ٣٣٣) فضائل الصحابة لأحمد، رقم الحديث (١٧٥٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی سند سے اسے موصول پایا ہے اور یہ سند متصل صحیح ہے۔"

مزید عرض ہے کہ خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" (۵/ ۳۱۷) میں پہلے اسے "أبو الضحى عن مسروق عن عائشة" سے ذکر کیا ہے اور فرمایا: اس سند سے اسے صرف ابراہیم بن ہراسۃ بیان کرتے ہیں۔ (اور وہ متروک اور کذاب ہے۔ میزان: ۱/ ۷۲، لسان: ۱/ ۱۲۱) اور یہ "أبو الضحى عن ابن عباس" کی سند سے محفوظ ہے۔ پھر انھوں نے اسے "أبو حذيفه موسىٰ بن مسعود النهدي عن سفيان الثوري" کی سند سے متصل ذکر کیا ہے۔ اور ساتھ اس کے مرسل ہونے کا بھی اشارہ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطیب بغدادی کے نزدیک یہ روایت "أبو الضحى عن ابن عباس" کی سند سے متصل محفوظ ہے۔ اسی متصل سند سے یہ روایت طبرانی (۱۱/ ۴۳۳، رقم: ۱۲۲۲۸) میں بھی ہے، لیکن امام طبرانی کے استاد محمد بن زکریا الغلابی ضعیف، بلکہ وضاع ہے۔[1] لیکن خطیب بغدادی کے ہاں اس کی متابعت محمد بن غالب بن حرب نے کی جو صدوق و ثقہ ہے، غالباً اسی وجہ سے خطیب نے اسے محفوظ قرار دیا ہے۔

اہلِ بیت سے محبت کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أحبوا الله لما يغذوكم من نعمه، وأحبوني بحب الله، وأحبوا أهل بيتي بحبي»[2]

"اللہ سے محبت کرو کہ وہ تمھیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور مجھ سے

---

[1] ميزان الاعتدال (٣/ ٥٥٠) لسان الميزان (٥/ ١٦٨)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٧٨٩) الحاكم (٣/ ١٥٠) تاريخ بغداد (٤/ ١٦٠) وغيره

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محبت کرو اللہ سے محبت کی بنا پر اور میرے اہلِ بیت سے محبت کرو میرے ساتھ محبت کی بنا پر۔"

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے "حسن غریب" اور امام حاکم نے "صحیح الاسناد" کہا ہے، جبکہ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ اس میں عبداللہ بن سلیمان النوفلی مجہول ہے۔[1] جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "مقبول"[2] یہ حدیث اگرچہ سنداً ضعیف ہے مگر معناً درست ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کی علامت ہے، جبکہ ان سے بغض نفاق کی علامت ہے۔[3] اس لیے تمام اہلِ سنت تمام صحابہ کرام اور تمام اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے محبت کو اپنے ایمان کی علامت سمجھتے ہیں۔ البتہ اہلِ بیت سے محبت میں رافضیوں کی طرح غلو کو غلط اور صراطِ مستقیم کے منافی قرار دیتے ہیں اور رافضیوں کی طرح بعض اہلِ بیت سے نہیں، بلکہ سب اہلِ بیت سے مودت و محبت رکھتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بسندِ صحیح ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"ليحبني قوم حتى يدخلوا النار في حبي، وليبغضني قوم حتى يدخلوا النار في بغضي"[4]

"مجھ سے ایک قوم محبت کرے گی تا آنکہ وہ میری محبت میں (غلو کر کے) جہنم میں جائے گی اور ایک قوم مجھ سے بغض رکھے گی تا آنکہ میرے ساتھ بغض رکھ کر جہنم میں جائے گی۔"

---

[1] ميزان الاعتدال (٢/ ٤٣٢) ديوان الضعفاء (ص: ١٦٩)

[2] تقريب التهذيب (ص: ٢٧٠)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٨)

[4] فضائل الصحابة لأحمد، رقم الحديث (٩٥٢) السنة لعبد الله (١٢٤٠) السنة لابن أبي عاصم (٩٨٣، ٩٨٦) السنة للخلال (٧٧٥، ٧٨٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول متعدد طرق سے منقول ہے۔ بعض کے الفاظ ہیں:

میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہوں گے: میری محبت میں حد سے تجاوز کرنے والے اور مجھ سے بغض رکھنے والے۔ بغض رکھنے والے خارجی ہیں جو (معاذ اللہ) انھیں مشرک و کافر کہتے تھے اور محبت میں غلو کرنے والے رافضی ہیں جو انھیں انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح معصوم سمجھتے ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات سے متصف کرتے ہیں، ان کا اور اپنے دیگر ائمہ کا درجہ انبیائے کرام سے افضل قرار دیتے ہیں اور ان کی اطاعت بھی انبیائے کرام کی اطاعت کی مانند ضروری سمجھتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول اگرچہ موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے، کیونکہ اس میں دو جماعتوں کے مستقبل کے بارے میں خبر ہے جس کا رائے اور قیاس سے تعلق نہیں۔ یہی بات ان سے مرفوعاً بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمھاری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ یہود نے ان سے بغض رکھا، یہاں تک کہ ان کی والدہ پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی، حتی کہ انھیں ایسا مقام دے دیا جو ان کا نہیں تھا۔[1]

رافضیوں کی انہی بے اعتدالیوں پر سیدنا علی بن الحسین زین العابدین نے اہلِ عراق سے فرمایا تھا:

"يا أهل العراق أحبونا حب الإسلام، فوالله إن زال بنا حبكم حتى صار علينا شيناً"[2]

"اے اہلِ عراق! ہم سے محبت کرو اسلام کی محبت کی بنا پر، اللہ کی قسم! اگر تمھاری ہمارے ساتھ محبت اسی طرح رہی تو یہ ہمارے لیے عیب ناک بنے گی۔"

---

[1] زوائد عبدالله بن أحمد (١/ ١٦٠) مستدرك الحاكم (٣/ ١٢٣) أبو يعلى، العلل المتناهية (١/ ١٦٢، ٢٢٣)

[2] العلل للخلال، رقم الحديث (٧٨٣) صواعق (٢٤٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہلِ بیت ایک جگہ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا: کیا تم میں سے کوئی ہے جس کی اطاعت فرض ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: جو یہ کہتا ہے کہ ہم میں سے کسی کی اطاعت فرض ہے، اللہ کی قسم! وہ کذاب ہے۔ اسی طرح سیدنا حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم نے اس شخص سے فرمایا جو ان کے بارے میں غلو کا مظاہرہ کر رہا تھا:

"ویحکم أحبونا للّٰہ، فإن أطعنا اللّٰہ فأحبونا، وإن عصینا اللّٰہ فأبغضونا الخ"[1]

''تم پر افسوس ہے، ہم سے اللہ کے لیے محبت کرو۔ اگر ہم اللہ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اللہ کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔''

اس شخص نے کہا: آپ تو رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار اور اہلِ بیت ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ اگر عمل کے بغیر رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری نفع بخش ہوتی تو ہم سے جو زیادہ قریبی تھے انھیں اس کا فائدہ ہوتا۔ بلکہ اس کے ساتھ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں تو اس سے ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے نافرمانی کرنے والے کو کہیں دوگنا عذاب میں مبتلا نہ کر دے۔

اس لیے اہلِ بیت سے محبت میں غلو جہاں گمراہی کا باعث ہے، اسی طرح ان سے بغض و عداوت بھی گمراہی کا سبب ہے۔ أعاذنا اللّٰہ منھما

میراثِ نبوی کے بارے میں دو باتیں:

البتہ یہاں دو باتیں غور طلب ہیں:

1 آنحضرت ﷺ کا اپنی میراث کے بارے میں ارشاد صرف سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما

[1] طبقات ابن سعد (۵/ ۳۲۰) تاریخ ابن عساکر (۱۳/ ۷۰) وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی روایت نہیں کرتے، بلکہ اس کی تصدیق حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور تمام ازواجِ مطہرات نے بھی کی ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ ہیں:

«لا تقتسم وَرثتي دينارًا ولا درهما، ما تركت بعد نفقة نسائي ومؤونة عاملي فهو صدقة»[1]

''میرے وارث کوئی دینار و درہم آپس میں تقسیم نہ کریں۔ میں نے جو کچھ چھوڑا ہے میری بیویوں کا نفقہ اور میرے عامل کا حق الخدمت ادا کرنے کے بعد وہ سب صدقہ ہے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لا نورث ما تركنا صدقة، إنما يأكل آل محمد من هذا المال»[2]

''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، آلِ محمد اس مال میں سے کھا لیتے ہیں۔''

ان احادیث میں "أهله"، "نسائي"، "آل محمد" کے الفاظ ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ "آل" اور "أهل" سے مراد ازواجِ مطہرات بھی ہیں جیسا کہ پہلے ہم ذکر کر آئے ہیں۔

2 یہ اور اسی موضوع کی دیگر احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یا سیدنا عباس یا سیدنا علی رضی اللہ عنہما میں سے کسی نے یہ بات اشارتاً بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٧٧٦، ٣٠٩٦، ٦٧٢٩) وغيره

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧١٢، ٤٠٣٤، ٦٧٢٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے نہیں کہی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط منسوب کر رہے ہیں تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے اس فرمانِ نبوی پر عمل کے بغیر کیا چارہ رہ جاتا ہے۔ پھر اس فرمان کی زد میں تنہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی تو نہیں آتیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواجِ مطہرات بھی آتی ہیں، ان کی فکرمندی کا خیال کیوں نظر انداز کر دیا جاتا ہے؟!

3- تیسرا حق ''صلاۃ'':

اہلِ بیت اور آلِ رسول (ﷺ) کا تیسرا حق یہ ہے کہ ان پر صلاۃ پڑھی جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس پر صلاۃ بھیجو اور سلام بھیجو خوب سلام بھیجنا۔''

حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے کہنا ہے، مگر ہم آپ پر صلاۃ کیسے بھیجیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: یوں کہو:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ»[1]

صحیحین کے علاوہ یہ حدیث سنن ومسانید اور معاجم وغیرہ کتبِ احادیث

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٣٧٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بھی ہے۔ صحیح بخاری ہی میں اس کے الفاظ یوں ہیں کہ ہم نے عرض کی:

"یا رسول اللّٰهﷺ! كيف الصلاة عليكم أهل البيت! فإن اللّٰه قد عَلَّمَنا كيف نسلم، قال: «قولوا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ»"[1]

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے اہلِ بیت (گھر والوں) پر صلاۃ کس طرح ہے؟ اللہ نے سلام کہنے کی تعلیم تو ہمیں دے دی ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ...... الخ۔''

سلام تو عام ہے اور بکثرت سلام کہنے کا حکم ہے۔ تشہد میں ہم اپنے آپ پر اور تمام نیک بندوں پر سلام کہتے ہیں، مگر ''صلاۃ'' کا حکم آنحضرت ﷺ کے لیے ہے، لیکن جب نبی ﷺ نے ''صلاۃ'' کے کلمات سکھلائے تو اپنے ساتھ اپنی آل پر بھی ''صلاۃ'' سکھلایا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ''اہلِ بیت'' آلِ رسول ﷺ میں شامل ہیں، جیسا کہ پہلے ہم ذکر کر آئے ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے آلِ محمد ﷺ پر ''صلاۃ'' ہی کے حوالے سے بڑی نفیس بات فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں:

''یہ ''صلاۃ'' رسول اللہ ﷺ کی تمام آل کے لیے ہے۔ آل میں صالحین ہی کے لیے مخصوص نہیں، چہ جائے کہ (اسے روافض کے موقف کے مطابق) معصومین کے لیے مختص سمجھا جائے! بلکہ آپ کی تمام آل

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٧٩٧، ٦٣٥٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٠٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں شامل ہے، جیسے: مومن مردوں اور مومن عورتوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے دعا اُن سب کو شامل ہے جو ایمان و اسلام میں داخل ہیں۔ اور عموماً مومنوں کے لیے دعا اور عموماً اہلِ بیت کے لیے دعا سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سب نیک اور متقی ہیں، بلکہ ان کے لیے دعا کا مقصد اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ان کے لیے احسان اور فضل وکرم طلب کرنا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اس کا فضل و احسان طلب کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ کہا جائے گا کہ یہ آلِ محمد ﷺ پر ''صلاۃ'' ان کا حق ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آلِ محمد ﷺ کا اُمت پر حق ہے جس میں کوئی ان کا شریک وسہیم نہیں۔ وہ باقی تمام خاندانِ قریش سے موالات ومحبت کے زیادہ حق دار ہیں، جیسے قریش دوسرے عرب قبائل سے موالات ومحبت کے زیادہ حق دار ہیں، یا جیسے عرب باقی اولادِ آدم علیہ السلام سے موالات ومحبت کے زیادہ حق دار ہیں۔ یہی جمہور کا موقف ہے۔''[1]

اس کے بعد کی مکمل بحث قابلِ مراجعت ہے، شائقین اس کی طرف رجوع فرمائیں، اس سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے تو فرمایا ہے ؎

يا أهل بيت رسول الله ﷺ! حبكم
فرض من الله في القرآن أنزله
كفاكم من عظيم القدر أنكم
من لم يصل عليكم لا صلاة له

[1] منهاج السنة (٢/٢٥٩)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت! تم سے محبت من جانب اللہ فرض ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل کیا ہے۔ تمھاری قدر و منزلت اور عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ جو نماز میں تم پر درود نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ نماز میں درود کو فرض قرار دیتے ہیں۔ یہی موقف امام احمد اور امام اسحاق وغیرہم رحمہم اللہ کا ہے۔[1]

4- ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا اِختصاص:

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا یہ اِختصاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ۭ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾

[الأحزاب: ٦]

''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

مسلمان اگر کسی کو منہ بولی ماں کہتا ہے تو وہ احترام کے علاوہ کسی طور پر اس کی ماں نہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کی بیویاں تمام مومنوں کی مائیں ہیں اور ان کی عزت و تکریم کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ان سے نکاح بھی جائز نہیں، جیسا کہ سورۃ الاحزاب ہی میں فرمایا:

﴿ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٣]

---

[1] دیکھیں: تفسیر ابن کثیر (٦٧١/٣) جلاء الأفهام (ص: ٣٩٦) فتح الباري (١٦٣/١١) القول البديع (ص: ١٥) وغيره

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور نہ یہ کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو، بے شک یہ بات ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔''

یعنی یہ بہت بڑا گناہ ہے، کیوں کہ نبی ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ کسی کے عقد میں آ جانے کے بعد کیا ان کا کماحقہ اِحترام رہ سکتا ہے؟ ان سے نکاح کی ممانعت کی اور بھی حکمتیں ہیں، مگر اس کی تفصیل یہاں تطویل کا باعث ہوگی۔

ازواجِ مطہرات کی فضیلت اور مرتبت دیکھیے کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے انھیں اختیار دے دیا کہ اگر وہ چاہیں تو زوجیت میں رہیں اور اگر چاہیں تو علاحدہ ہو جائیں، جیسا کہ سورۃ الاحزاب (آیت: ۲۸، ۲۹) میں ہے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی اور فرمایا: میں تمھیں ایک بات کہنے لگا ہوں، اس کے جواب میں جلدی نہ کرو، اپنے والدین سے مشورہ کر لو۔ آپ ﷺ نے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۲۸، ۲۹ پڑھ کر سنائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کیا میں اس کے بارے میں مشورہ کروں؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں۔

پھر آپ ﷺ نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی یہی اختیار دیا تو انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کے عقد میں نو (9) ازواجِ مطہرات تھیں جن سے ایک طرف اللہ تعالیٰ نے ''اجرِ عظیم'' کا وعدہ فرمایا اور دوسری طرف آنحضرت ﷺ سے بھی فرما دیا کہ اس کے بعد تیرے لیے عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے بدلے کوئی اور بیویاں کر لے، اگرچہ ان کا حسن تجھے اچھا لگے۔[1] جس سے امہات المومنین کے عالی مرتبے کا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وفاداری کی قبولیت کا اظہار ہوتا ہے کہ نہ ان کے سوا کسی اور عورت سے نکاح جائز قرار دیا اور نہ انھیں طلاق دینے کی اجازت دی گئی۔

[1] الأحزاب [آیت: ۵۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

5- سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما:

جنگِ جمل میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ جنگ ختم ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہودج میں تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے، سلام کہا اور فرمایا: "كيف أنت يا أمه؟" "اماں جان! آپ کا کیا حال ہے؟"

فرمایا: ٹھیک ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے۔

بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: مالِ غنیمت تقسیم کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کر دیا۔ اس پر انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کی اور کہا: ہمارے لیے ان کا خون حلال ہے تو ان کے مال حلال کیوں نہیں؟ یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو فرمایا:

"أيكم يحب أن تصير أم المؤمنين في سهمه؟"

"تم میں سے کون چاہتا ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اس کے حصے میں آئیں؟"

تو سب خاموش ہو گئے۔

جنگ و جدال میں فریقین کے جس قدر افراد شہید ہوئے، سب کی نمازِ جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، پھر بصرہ تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس گھر میں ٹھہری ہوئی تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے۔ ملنے کی اجازت طلب کی، انھوں نے اجازت دی تو انھیں سلام عرض کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مرحبا کہا۔ پھر جب انھوں نے بصرہ سے جانے کا اِرادہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سواری، زادِ راہ اور دیگر ضرورت کا سامان بھیجا اور ساتھ اہلِ بصرہ کی چالیس معروف خواتین کو اور ان کے بھائی حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور کئی میل تک ان کے ہمراہ چلے اور فرمایا: دنیا اور آخرت میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔[1]

[1] البداية والنهاية (٧/٢٤٤، ٢٤٥۔ ملخصاً)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ام المومنین رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت کیا تھی۔ وہ ہمیشہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کے معترف رہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ان کا آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہونا بیان کرتی تھیں، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ بالوں سے بنی ہوئی دھاری دار چادر میں نکلے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو انھیں چادر میں لے لیا، پھر اسی طرح حضرت حسین، حضرت فاطمہ، حضرت علی رضی اللہ عنہم آئے تو انھیں چادر کے نیچے لے لیا، پھر فرمایا:

« إنما يريد اللّٰه ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا »[1]

کئی مواقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سائل نے فتویٰ طلب کیا تو انھوں نے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ صحیح مسلم (رقم: ۲۷۶) میں ہے کہ شریح بن ہانی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اس بارے میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ شریح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے مسح تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن رات مقرر فرمایا ہے۔

اس لیے یہ باور کرانا کہ دونوں کے دلوں میں باہمی خلش تھی، روافض کا پروپیگنڈا ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تیرے اور عائشہ کے مابین اختلاف ہوگا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: تب تو میں بہت بدنصیب ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، جب ایسا ہو تو انھیں ان کے ٹھکانے پر پہنچا دینا۔''[2]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٤٢٤)

[2] مسند أحمد (٣٧٢٩٨) مسند البزار (٣٨٨١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔[1] علامہ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔[2]

جو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن حج کے لیے جاتیں تو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ان کا سارا اِنتظام و انصرام کرتے۔ طیالسہ کے بنے ہودج تیار کرواتے اور انھیں ایسی وادی میں ٹھہراتے جو گزرگاہ نہ ہوتی۔[3]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل روایت میں مروی ہے کہ مرض الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ وہ تشریف لائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے پاس بٹھایا اور ان سے سرگوشی کی تو وہ رونے لگیں اور بہت روئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں غم ناک دیکھا تو دوبارہ ان سے سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے بعد میں ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے مخفی بات کہی تو آپ رونے لگی تھیں، وہ کیا بات تھی؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کا اظہار نہیں کرنا چاہتی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

"عزمت عليك بحالي عليك من الحق"

"میں تمھیں قسم دیتی ہوں اس حق کی بنا پر جو میرا تم پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا بات کی تھی؟"

انھوں نے کہا: ہاں اب بتلاتی ہوں، چنانچہ انھوں نے مجھے بتلایا کہ پہلی بار جو

---

[1] فتح الباري (٥٥/١٣)

[2] مجمع الزوائد (٢٣٤/٧)

[3] الإصابة (١٧٧/٤)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرگوشی کی تھی وہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے بتلایا کہ ''جبریل علیہ السلام ہر سال مجھ سے قرآن مجید کا ایک بار دور کرتے تھے، اس سال دو بار دور کیا ہے اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ اے فاطمہ! اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا۔ میں تیرے لیے بہتر پیش رو ہوں۔'' تو میں رونے لگی۔ جب آپ نے مجھے روتے دیکھا تو دوسری بار یہ سرگوشی کی: ''اے فاطمہ! کیا تُو اس پر راضی نہیں کہ تُو تمام مومن عورتوں کی سردار بنے!'' یا یہ فرمایا: ''اس امت کی عورتوں کی سردار بنے!'' تو میں ہنسنے لگی۔[1]

غور فرمایئے کہ وہ کیا حق تھا جسے جتلاتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قسم دلائی؟ ظاہر ہے کہ وہ ان کے ماں ہونے کا حق تھا جسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تسلیم کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اس عظیم فضیلت کو قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں:

"مَا رأيت أحداً كان أشبه سَمتًا وهدياً ودلًا -، في رواية: حديثاً و كلاماً- برسول الله ﷺ من فاطمة. الحديث"[2]

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے ہیت، طریقہ، چال ڈھال اور نرم سلوک کرنے میں (ایک روایت میں ہے: بات کرنے اور گفتگو کرنے میں) ازروئے مشابہت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

یہ ہے ان کی عظمت اور قدر و منزلت کا اعتراف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حقیقت پسند نگاہ میں جس کا انھوں نے برملا اظہار بھی کیا۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٦٢٣، ٣٦٢٤، ٦٢٨٥، ٦٢٨٦) صحيح مسلم وغيره

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٥٢١٧) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٨٧٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

6- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اہلِ بیت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ آنحضرت ﷺ کی آل اولاد کا احترام کیا اور ان کے مقام و مرتبے کا اعتراف کیا۔ ذیل میں چند امثلہ ملاحظہ کیجیے۔

سیدنا ابوبکر اور اہلِ بیت:

1 چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

"والذي نفسي بيده! لقرابة رسول الله ﷺ أحب إلي أن أصل من قرابتي"[1]

''اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے اچھا سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے سے زیادہ پسند ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے "باب قرابة رسول الله ﷺ" میں ذکر کیا ہے۔

2 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ارقبوا محمدا ﷺ في أهل بيته"[2]

''حضرت محمد ﷺ کا خیال اور لحاظ آپ کے اہلِ بیت میں رکھو۔''

یعنی ان کی تعظیم کرتے رہو اور انھیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔ ان کی طرف کسی بُری بات کی نسبت نہ کرو۔ جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ والدین کی وفات کے بعد ان کے دوستوں سے حسنِ سلوک والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور بہت بڑی نیکی ہے۔ اسی بنا پر غالباً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو عزت و اِحترام ہم آنحضرت ﷺ کا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧١٢) وغيره

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧١٣، ٣٧٥١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے، اب اس کا لحاظ ان کے اہلِ بیت میں رکھو۔

3 حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر باہر نکلے تو انھوں نے دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں تو انھوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر بیٹھا لیا اور فرمایا: "بأبي شبيه بالنبي، لا شبيه بعلي" "میرا باپ تجھ پر صدقے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے، علی کے مشابہ نہیں۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔[1]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت:

4 جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "فو اللّٰه لإسلامك يوم أسلمت كان أحب إلي من إسلام الخطاب لو أسلم، و ما بي إلا أنّي قد عرفت أن إسلامك كان أحب إلى رسول اللّٰه صلى اللہ علیہ وسلم من إسلام الخطاب لو أسلم"[2]

"اللہ کی قسم! جس روز آپ اسلام لائے تھے، آپ کا اسلام قبول کرنا مجھے زیادہ محبوب تھا میرے والد خطاب کے اسلام لانے سے اگر وہ ایمان لے آتے، اس لیے کہ میں جانتا ہوں آپ کا اسلام لانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا خطاب کے اسلام لانے سے اگر وہ اسلام لے آتے۔"

جب عہدِ فاروقی میں قحط پڑتا تو اسی ناتے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو صلاۃِ استسقا یا دعائے استسقا کے لیے کہتے اور فرماتے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧٥٠)

[2] الطبراني، ابن إسحاق في السيرة و ابن سعد وغيره، و راجع: سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث (٣٣٤١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اللّٰهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا ﷺ فتسقينا، وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقينا، فيسقون"[1]

''اے اللہ! (پہلے) ہم اپنے نبی ﷺ کو تیرے لیے وسیلہ بناتے (دعا کرتے) تھے تو تُو ہمیں پانی پلا دیتا تھا، اب ہم اپنے نبی کے چچا کو تیرے لیے وسیلہ بناتے (دعا کرتے) ہیں، ہم کو پانی پلا۔ تو اللہ تعالیٰ پانی برسا دیتا تھا۔''

محلِ غور یہ بات ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان، حضرت علی اور دیگر عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بہرنوع افضل تھے، لیکن بایں ہمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بارش کے لیے وسیلہ بنایا، اس لیے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے چچا تھے، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے خطبہ اِرشاد فرمایا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اسی طرح سمجھتے تھے جیسے بیٹا باپ کو سمجھتا ہے، اس لیے لوگو! رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرو اُن کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور انھیں وسیلہ بناؤ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

«عم الرجل صنو أبيه»[2] ''آدمی کا چچا باپ کے مانند ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وہ دعا بھی ذکر کی ہے جو اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔[3]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی حدیث کی شرح کے آخر میں لکھا ہے:

"ويستفاد من قصة العباس استحباب الاستشفاع بأهل

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٠١٠، ٣٧١٠)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٧٦١) وغيره

[3] دیکھیں: فتح الباري (٢/٤٩٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الخير والصلاة وأهل بيت النبوة"

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس قصے سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اہل خیر اور نیک لوگوں سے اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت سے دعا کروانا مستحب ہے۔''

اسی طرح شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کرانے کا واقعہ ذکر کر کے لکھا ہے:

"ولهذا قال الفقهاء: يستحب الاستسقاء بأهل الخير والدين، والأفضل أن يكونوا من أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم"[1]

''اسی لیے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ اہلِ خیر اور اہلِ دین سے بارش کی دعا کروانا مستحب ہے، اور افضل یہ ہے کہ وہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے ہوں۔''

ایک عجیب قصہ ہے کہ شیخ حمزہ بن قاسم بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب (وفات: ۳۳۵ھ) سے دعائے استسقا کے لیے کہا گیا تو انھوں نے اپنی ڈاڑھی کو پکڑا اور اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی:

"اللّٰهم إني من ولد ذلك الرجل الذي استسقى بشيبته عمر بن الخطاب رضي الله عنه فسقوا، اللّٰهم فاسقنا. فما زال يردد ويتوسل بهذا الوسيلة حتى سقوا"[2]

''اے اللہ! میں اس شخص کی اولاد میں سے ہوں جس کے بڑھاپے کی بنا

---

[1] اقتضاء الصراط المستقيم (ص: ۳۹۸) طبعه ثانيه ۱۹۵۰ء

[2] تاريخ بغداد (۱۸۲/۸) كرامات الأولياء، شرح أصول اعتقاد أهل السنة للالكائي (۱٤٦/۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بارش کی دعا کرائی تھی تو انھیں پانی مل گیا تھا۔ اے اللہ! ہمیں بھی پانی پلا۔ یہی دُعا بار بار وہ دہراتے رہے اور اسے وسیلہ بناتے رہے، تا آنکہ انھیں پانی مل گیا۔''

قرابت داروں سے دعا کروانا:

اس لیے دوسرے اہلِ خیر کے ہوتے ہوئے بھی اہلِ بیت سے دعا کروانا افضل ہے، جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے اور یہ اہلِ بیت کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ اس کی صالحیت اگرچہ دوسرے صالحین اور اہلِ دین سے کم تر ہی کیوں نہ ہو، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری کا جو شرف اسے حاصل ہے وہ سب پر بھاری ہے۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إن اللّٰه اصطفى كنانة من ولد إسماعيل، واصطفى قريشا من كنانة، واصطفى من قريش بني هاشم، واصطفاني من بني هاشم »[1]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا، کنانہ سے قریش کو منتخب کیا، قریش سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم سے میرا اِنتخاب کیا۔''

یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''عدنان'' تک کا نسب نامہ محدثین اور اصحابِ سیر کے ہاں متفق علیہ ہے۔ ''عدنان'' سے اوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کا نسب نامہ مختلف فیہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عدنان کے مابین بیس واسطے ہیں اور اکیس پر عدنان ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کنانہ بن خزیمہ کے مابین تیرہ واسطے ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش تک دس واسطے ہیں۔ ''قریش'' دراصل لقب ہے، اصل نام

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٧٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''فہر'' ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ اور ہاشم کے درمیان دو واسطے ہیں: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ ہاشم بھی لقب ہے، اصل نام عمرو بن عبدمناف ہے۔ کنانہ، قریش، ہاشم کی تاریخ میں کیا خصوصیات و خدمات تھیں جن کی بنا پر ان کا انتخاب کیا گیا۔ یہ جاننے کے لیے شائقین سیرت انسائیکلو پیڈیا ملاحظہ فرمائیں۔ [1]

مقصد یہ تھا کہ حضرت اِسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے رسول اللہ ﷺ کا نسب سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا:

"قلبت مشارق الأرض ومغاربها فلم أر رجلا أفضل من محمد ﷺ ولم أر بيتا أفضل من بيت بني هاشم" [2]

''میں زمین کے مشرق و مغرب میں پھرا ہوں، میں نے محمد ﷺ سے افضل کسی شخص کو نہیں دیکھا اور بنو ہاشم کے گھر سے کسی کا گھر افضل نہیں دیکھا۔''

اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی ہے، علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ [3] مگر علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ''امالی'' کے حوالے سے لکھا ہے: "لوائح الصحة ظاهرة" [4] ''اس کے صحیح ہونے کے اِشارے ظاہر ہیں۔''

گویا صحیح مسلم کی حدیث اس کی موید ہے۔ بہرحال آنحضرت ﷺ کا نسب اور آپ کی قرابت داری بہت بڑا شرف و فضل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: [5]

«كل سبب ونسب منقطع يوم القيامة إلا سببي ونسبي»

---

[1] جلد دوم، طبع دارالسلام، لاہور

[2] المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث (٦٢٨١) دلائل النبوة للبيهقي

[3] مجمع الزوائد (٢١٦/٨)

[4] التعظيم والمنة (ص: ٤٩)

[5] مستدرك حاكم (١٤٢/٣، ١٥٨) وغيره، السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (٢٠٣٦)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''میرے واسطے اور میرے نسب کے علاوہ قیامت کے روز سب واسطے اور نسب ختم ہو جائیں گے۔''

ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے نکاح میں:

یہی وہ حدیث ہے جس کی بنا پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے نکاح کا مطالبہ کیا تھا، تاکہ میرا تعلق و واسطہ قیامت کے روز بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم رہے۔[1] چنانچہ حضرت علی بن حسین زین العابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ طلب کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے بھائی جعفر کے بیٹے عبداللہ کے لیے یہ رشتہ محفوظ کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کا رشتہ مجھ سے کر دیں، اللہ کی قسم! میں اس کی ایسی حفاظت رکھوں گا کہ کوئی دوسرا ایسی حفاظت نہیں رکھ سکے گا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم کا نکاح ان سے کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اسی خوشی میں) مہاجرین کے پاس گئے اور فرمایا: تم مجھے مبارک باد کیوں نہیں دیتے؟ انھوں نے پوچھا: کس چیز کی مبارک دیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ام کلثوم بنت علی، یعنی بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر نسب و سبب قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسب و سبب کے۔[2]

کتبِ انساب میں بھی اس نکاح کا ذکر ہے[3]، بلکہ شیعوں کی معتبر کتب الکافی، الاستبصار، تہذیب الاحکام وغیرہ میں بھی اس نکاح کا ذکر ہے۔ خطیب الاسلام

---

[1] البداية والنهاية (٨١/٣)

[2] مستدرك حاكم (١٤٢/٣، سنن سعيد بن منصور (١٣٠/٣) وغيره

[3] ملاحظہ ہو: نسب قريش، كتاب المحبر، جمهرة أنساب العرب، أنساب الأشراف وغيره

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد صدیق فیصل آبادی رحمہ اللہ نے اس پر ایک مستقل کتاب ''ام کلثوم بنت علی، فاروقِ اعظم کے نکاح میں'' کے نام سے لکھی اور بحث کا حق ادا کر دیا۔

اس ضروری تفصیل کا مقصد بس اتنا ہے کہ ایک تو اس سے آنحضرت ﷺ کے نسب کی عظمت واضح ہوتی ہے اور دوسرا یہ کہ اس میں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اس نسب سے جوڑنے کا داعیہ اور آپ کے قرابت داروں کی عزت افزائی اور قدردانی کا واضح ثبوت ہے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی قرابت داری کا احساس رکھتے ہوئے جب مالِ غنیمت اور مالِ فَے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حصے مقرر کیے تو اہلِ بدر کے لیے پانچ ہزار درہم مقرر کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پانچ ہزار دیے گئے اور ان کے ساتھ حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما کو بھی پانچ پانچ ہزار دیے۔ حالانکہ وہ تو غزوۂ بدر کے موقع پر پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا؟ راوی کا بیان ہے: "لمكانهما من رسول الله ﷺ"

''ان دونوں کے اُس مرتبے کی بنا پر جو انھیں رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے حاصل تھا۔''

علاوہ ازیں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے بارہ بارہ ہزار درہم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے بھی بارہ ہزار درہم حصہ مقرر ہوا۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے چار ہزار، مگر اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے تین ہزار درہم مقرر کیے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اباجان! اُسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار مجھ سے زیادہ کیوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُسامہ رضی اللہ عنہ کے والد تیرے والد سے زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھے۔[1]

اندازہ کیجیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں آنحضرت ﷺ سے قرابت داری کا کتنا احساس تھا۔ اسی طرح جب مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے کے لیے رجسٹر میں نام لکھے جانے لگے تو کہا گیا کہ امیر المومنین عمر فاروق کا نام سرفہرست لکھا جائے، مگر انھوں نے فرمایا: نہیں، عمر کو وہاں رکھو جہاں اللہ نے اسے رکھا ہے۔ چنانچہ پہلے اہلِ بیت کے نام لکھے گئے، پھر جو ان کے قریبی تھے، پھر بہت سے خاندانِ قریش کے نام لکھے گئے، پھر بنو عدی، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کی باری آئی۔ یہی ترتیب بعد میں خلفائے راشدین، خلفائے بنو امیہ اور ایک وقت تک خلفائے بنو عباس میں رہی۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ:

اسی نوعیت کی ایک بات یہ بھی دیکھیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے: میرے باپ کے منبر سے اُتریے اور اپنے باپ کے منبر پر جایئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے باپ کا کوئی منبر نہیں، پھر انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور اپنے پاس بٹھا لیا، اور جب منبر سے اُترے تو انھیں بھی اپنے ہمراہ گھر لے گئے، پھر پوچھا: یہ بات تمھیں کس نے سکھلائی ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! کسی نے نہیں سکھلائی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا! کاش! تم ہمارے پاس آتے جاتے رہو۔

چنانچہ ایک روز حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے، مگر وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محوِ گفتگو تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی دروازے

---

[1] السنن الكبرىٰ للبيهقي (٣٥٠/٦) كتاب الأموال لأبي عبيد (ص: ٢٢٤) السير (١٩١/٣) وغيره

[2] اقتضاء الصراط المستقيم (ص: ١٥٩۔ ١٦٥) ط مكتبة السنة المحمدية ١٣٦٩هـ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر کھڑے تھے۔ انھوں نے اجازت طلب کی، مگر انھیں اجازت نہ ملی تو وہ واپس چلے گئے، چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ واپس چلے گئے، پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملے تو پوچھا: ''میں نے تمھیں دیکھا نہیں (یعنی کبھی ملے نہیں)۔'' حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! میں آیا تھا، آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ دروازے پر تھے، وہ واپس گئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"أنت أحق بالإذن من ابن عمر، وإنما أنبت ما ترى في رؤوسنا اللّٰه، ثم أنتم"[1]

''تم عمر کے بیٹے (عبداللہ) سے زیادہ اجازت کے حق دار ہو (یعنی تمھیں اجازت کی ضرورت نہ تھی) اور بلاشبہہ جو ہمارے سروں پر (عزت کا تاج) دیکھ رہے ہو، یہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر تم اہلِ بیت کی جانب سے ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے بعد یہ سب سرفرازی تمھارے گھرانے کی برکت سے ہے)۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ امام عجلی رحمہ اللہ نے صحیح سند سے اسے مختصراً ذکر کیا ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات کسی نے نہیں سکھلائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"منبر أبيك واللّٰه، منبر أبيك واللّٰه"

''اللہ کی قسم! منبر تمھارے ابا جان کا ہے، اللہ کی قسم! منبر تمھارے ابا جان کا ہے۔''

---

[1] تاريخ بغداد (١٤١/١) تاريخ الثقات للعجلي مختصراً (ص: ١١٩) ابن عساكر (١٧٥/١٤) السير (٢٨٥/٣) تهذيب التهذيب (٣٤٧/٢) الإصابة (١٥/٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس قصے کا نتیجہ کیا ہے؟ یہی ناں کہ بیٹے کو تو باپ کے گھر میں آنے کی اجازت چاہیے، مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے یہ پابندی نہیں۔ وہ جب آئیں بسم اللہ، کوئی روک ٹوک نہیں۔ یہ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ سارا واقعہ دراصل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آپ بیتی ہے، ہم نے تفہیم کے طور پر اسے ایک قصے کی صورت میں نقل کیا ہے۔

وفات کے بعد بھی اہلِ بیت کا لحاظ:

5 ..... اہلِ بیت کے ساتھ ان کی زندگی ہی میں نہیں، ان کی وفات کے بعد بھی ان کا لحاظ اور پاس رکھنے کا اندازہ اس سے کیجیے کہ حسن رحمہ اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیٹی کے لیے رشتے کا پیغام بھیجا، چنانچہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ جناب حسن رحمہ اللہ سے ملے تو فرمایا:

"واللّٰه ما من نسب ولا سبب ولا صهر أحب إلي من سببكم وصهركم، ولكن رسول اللّٰه ﷺ قال: « فاطمة مضغة مني، يقبضني ما يقبضها ويبسطني ما يبسطها، وإن الأنساب يوم القيامة تنقطع غير نسبي وسببي وصهري » وعندك ابنتها، ولو زوجتك لقبضها ذلك، فانطلق الحسن بن الحسن عاذرا له"[1]

"اللہ کی قسم، نہ کوئی نسب، نہ کوئی سبب اور نہ کوئی سسرال میرے ہاں محبوب ہیں تمھارے سبب ونسب اور تمھارے سسرال سے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] مسند الإمام أحمد، رقم الحديث (١٨٩٠٧) زوائد ابنه، رقم الحديث (١٨٩٣٠) فضائل الصحابة لأحمد، رقم الحديث (١٣٣٣) مستدرك حاكم (١٥٨/٣) وصححه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا تھا: ''فاطمہ میرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس کی تکلیف میری تکلیف ہے اور اس کی خوشی میری خوشی ہے اور بلاشبہہ قیامت کے روز سب انساب منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسب، میرے سبب اور میرے سسر ہونے کے۔'' اور تیرے ہاں (پہلے ہی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہے اور اگر میں اپنی بیٹی کی شادی تجھ سے کروں (تو کسی وجہ سے اگر کوئی ناگواری ہوئی تو) کہیں اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی کو تکلیف نہ ہو۔ یہ سن کر حسن بن حسن ان کا عذر قبول کر کے چلے گئے۔''

غور فرمایئے کہ حسن رحمہ اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے گھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کون سی بیٹی تھیں، بیٹی نہیں، بلکہ ان کی پوتی فاطمہ رحمہا اللہ بنت حسین بن علی رضی اللہ عنہما تھیں۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بھی ان کی عظمت کا احساس کرتے ہوئے حسن بن حسن سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنے سے معذرت کی۔ گویا جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں صحابہ ان کی قرابت داری کا احساس کرتے تھے، ان کی وفات کے بعد بھی انھیں اس کا احساس تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور قرابت دار:

6 قرابت داروں کی پاس داری اور حمایت کا ایک واقعہ یہ بھی ہے جسے حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا بات کی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا:

"تعرف صاحب هذا القبر؟ هو محمد بن عبد الله بن عبدالمطلب، وعلي بن أبي طالب بن عبد المطلب، فلا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تذكر عليا إلا بخير، فإنك إن أبغضته آذيت هذا في قبره"[1]

''تم اس قبر والے کو جانتے پہچانتے ہو؟ وہ محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور علی (رضی اللہ عنہ) بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں (یعنی دونوں میں یہ خاندانی قرابت ہے)، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر بھلائی کے ساتھ ہی کرو۔ اگر تُو ان سے بغض رکھے گا تو اس قبر والے کو تُو تکلیف دے گا۔''

7 یہی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہیں کہ ان کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی فاطمہ رحمہا اللہ ملاقات کے لیے گئیں تو وہ ان سے بے حد عزت و احترام سے پیش آئے اور فرمایا:

"يا بنت علي! والله ما على ظهر الأرض أهل بيت أحب إلي منكم، ولأنتم أحب إلي من أهل بيتي"[2]

''اے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی! اللہ کی قسم سرزمین پر کوئی گھرانہ ایسا نہیں جو تم سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ تم میرے اہلِ بیت سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔''

عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی فرماتے ہیں: میں ایک ضرورت کے لیے عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا تو انھوں نے فرمایا:

"إذا كان لك حاجة فأرسل إلي أو اكتب فإني استحيي من الله أن أراك على بابي"[3]

---

[1] فضائل الصحابة لأحمد، رقم الحديث (١٠٨٩) إسناده صحيح.

[2] ابن سعد (٣٢٧/٧)

[3] سبل الهدى (٤٤٦/١١) تاريخ ابن عساكر (٣٦٦/٢٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جب تمھیں کوئی ضرورت ہو تو کسی کو بھیج دیا کرو یا لکھ دیا کرو، مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں آپ کو اپنے دروازے پر دیکھوں۔''

اس سے اندازہ کیجیے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ، جو خلفائے راشدین میں شمار ہوتے ہیں، ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی کتنی قدر و منزلت تھی! اس لیے کہ اس گھرانے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری کا شرف حاصل تھا۔

8 حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہی نہیں اہلِ بیت سے مودت و احترام کے رشتے کا لحاظ پاس خلیفہ ولید بن عبدالملک بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت مصعب الزبیری نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ''عمر'' ولید بن عبدالملک کے پاس ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ گئے کہ میرے والد کے صدقاتِ جاریہ کی تولیت میرے سپرد کی جائے، میں اس کا زیادہ حق دار ہوں۔ یہ تولیت حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے زیرِ اہتمام تھی۔ ولید بن عبدالملک نے انھیں قرض کی ادائیگی اور صلہ رحمی کرنے کی پیش کش کی، مگر عمر نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں، میں اپنے باپ کے صدقات لینے کے لیے آیا ہوں اور اس کا زیادہ حق دار ہوں، یہ تولیت مجھے لکھ دیں۔ ولید نے ایک رقعہ جس میں ربیع بن ابی الحقیق النضری کے اشعار تھے، یہ رقعہ ابان کو دیتے ہوئے کہا: یہ عمر کو دے دینا اور اسے بتلا دینا کہ

"أني لا أدخل على ولد فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم غيرهم"

''میں سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں کسی اور کو شریک نہیں کروں گا۔''

یہ سن کر عمر غصے میں آ گئے اور کوئی تحفہ قبول نہ کیا۔[1]

---

[1] نسبِ قریش (ص: ۴۲، ۴۳) ابن عساکر (۴۵/ ۳۰۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت زید رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت:

9 حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ کاتبِ وحی تھے اور اصحابِ فتویٰ میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جمعِ قرآن کی ذمے داری انھیں سونپی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ ایک بار گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی رکاب تھام لی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد! یوں نہ کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں اپنے علماء سے اسی طرح حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ اِدھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ راوی کا بیان ہے:

"قَبَّل زید بن ثابت يَدَ ابنِ عباس وقال: هكذا أمرنا أن نفعل بأهل بيت نبينا" [1]

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا: ہمیں اپنے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

یہ ہے قدردانی اہلِ بیت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کی!

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ:

10 حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جو وصیتیں فرمائیں، ان میں یہ بھی فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مطالبہ کیا تھا کہ مجھے آپ کے حجرے میں دفن ہونے کی اجازت دی جائے تو انھوں نے میری گزارش قبول کرلی۔ شاید انھوں نے مجھ سے حیا کرتے ہوئے اجازت دی ہو، اس لیے

[1] المعرفة والتاريخ للفسوي (٤٨٤/١) مجمع الزوائد (٣٤٥/٩) سبل الهدى (٤٤٦/١١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب میں فوت ہو جاؤں تو جا کر ان سے اس کی دوبارہ اجازت لینا۔ میرا خیال ہے کہ یہ قوم، یعنی بنو اُمیہ، حجرے میں دفن ہونے سے روکے گی۔ اگر ایسا ہوا تو بقیع میں مجھے دفن کر دینا۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت طلب کی گئی تو انھوں نے فرمایا:

"نعم وكرامة!"[1] "ہاں، عزت وتکریم کے ساتھ!"

اندازہ کیجیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کس خوش دلی سے اپنے حجرۂ مبارکہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تدفین کی اجازت دی! یہ تو بنو اُمیہ تھے جنھوں نے اس پر عمل نہ ہونے دیا، حتیٰ کہ جنگ و جدال کی نوبت آ گئی۔ حضرت ابو ہریرہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جھگڑے سے اِجتناب کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا اور انھوں نے مشورہ تسلیم کر کے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بقیع میں ان کی والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے قریب دفن کر دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس اجازت نامے کے بعد ان کے مابین خود ساختہ نفرتوں کے بیج روافض نے بوئے ہیں جو سراسر جھوٹ پر مبنی ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما

11 عہدِ فاروقی میں ایک بار یمن سے کپڑے آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولاد کو پوشاکیں عطا فرمائیں۔ ان میں سے کوئی پوشاک ایسی نہ تھی جو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے شایانِ شان ہو۔ چنانچہ انھوں نے یمن کے نائب کے پاس ایک صاحب کو بھیجا کہ دونوں صاحبزادگان کے لیے لباس تیار کروا کر لاؤ، چنانچہ وہ وہاں سے لباس لایا تو وہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو پہنایا اور فرمایا:

[1] السير (٢٧٩/٣) البداية مختصراً (٤٤/٨) الاستيعاب (١/ ٤٤١_ ٤٤٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"الآن طابت نفسي"[1] ''اب میرا دل خوش ہوا ہے۔''

12 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو خصوصی لباس ہی نہیں پہنایا، بلکہ مالِ غنیمت میں سے بھی ان کا وہی حصہ مقرر کیا جو ان کے والدِ گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقرر تھا، جیسا کہ پہلے باحوالہ ہم نقل کر آئے ہیں۔ بلکہ جب مدائن فتح ہوا اور بادشاہ یزدگرد کی بیٹیاں دوسرے قیدیوں کے ساتھ مدینہ طیبہ آئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی سب سے خوب صورت بیٹی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دی جس سے جناب علی زین العابدین رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔ ایک بیٹی اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دی، اس سے سالم پیدا ہوئے اور ایک بیٹی جناب محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو دی جس سے قاسم پیدا ہوئے۔[2]

شیعوں کی مشہور کتاب اُصولِ کافی (باب الحجہ) میں تو یہ قصہ بڑی رنگ آمیزی سے نقل ہوا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انہی نوازشات کے پس منظر میں لکھتے ہیں:

"وقد ثبت أن عمر بن الخطاب كان يكرمهما ويحملهما ويعطيهما كما يؤتي أباهما"[3]

''بے شک یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان دونوں کی تکریم کرتے، انھیں اُٹھاتے اور انھیں اسی طرح مال وغیرہ دیتے جیسے ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیتے تھے۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا احترام:

13 حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تکریم کا ذکر پہلے ہوا ہے، اسی حوالے سے یہ بھی دیکھیے

[1] سير أعلام النبلاء (٢/٢٦٣) البداية (٨/٢٠٧) ابن عساكر، ابن سعد وغيره

[2] تهذيب التهذيب لابن حجر (٣/٤٣٨)

[3] البداية (٨/٢٠٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جسے حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے:

"إن العباس بن عبدالمطلب لم يمر بعمر ولا بعثمان وهما راكبان إلا نزلا، حتى يجوز العباس إجلالا له، ويقولان: عم النبي ﷺ"[1]

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب کبھی حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرتے اور وہ دونوں سواری پر ہوتے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تعظیم میں دونوں سواری سے اُتر جاتے، تا آنکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ وہاں سے گزر جاتے اور وہ دونوں فرماتے: نبیِ کریم ﷺ کے چچا ہیں۔''

یہی قصہ حافظ ذہبی نے "سير أعلام النبلاء" (٢/٩٣) میں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے "البداية" (٧/١٦٢) میں اور حافظ ابن حجر نے "تهذيب التهذيب" (٥/١٢٣) میں ذکر کیا ہے۔

14 امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے قاسم رحمہ اللہ بن محمد بن ابوبکر سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک نیا کام کیا جسے پسند کیا گیا اور وہ یہ کہ ایک شخص کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہوا تو اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا استخفاف کیا جس کی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے مارا۔ اس بارے میں ان سے کہا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے جواباً فرمایا:

"أيفخم رسول الله ﷺ عمه وأرخص في الاستخفاف به! لقد خالف رسول الله ﷺ من رضي فعل ذلك فرضي به منه"[2]

---

[1] الاستيعاب (٢/٣٦٠)

[2] تاريخ ابن جرير الطبري (٤/٤٠٠) الكامل لابن أثير (٣/ ١٨٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''رسول اللہ ﷺ تو اپنے چچا کی تعظیم کریں اور میں ان کے استخفاف کی اجازت دے دوں! جو شخص اس کے عمل پر راضی ہوا اور اسے پسند کیا، اُس نے یقیناً رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی۔''

تاریخ کی یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب ۳۲ھ میں فوت ہوئے تو ان کی نمازِ جنازہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت محمد باقر رحمہ اللہ:

15 صحیح مسلم (رقم: ۱۲۱۸) میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے حجۃ الوداع کے بارے میں طویل حدیث مروی ہے جسے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ اپنے والد حضرت محمد بن علی زین العابدین سے روایت کرتے ہیں۔

محمد باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے پوچھا: تمھارا کس خاندان سے تعلق ہے؟ جب میری باری آئی تو میں نے کہا: میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔ یہ سنتے ہی انھوں نے اپنا ہاتھ میرے سر کی طرف بڑھایا، پھر میری قمیص کا اوپر کا، پھر نیچے کا بٹن کھولا، پھر اپنا ہاتھ میرے سینے کے درمیان رکھا۔ میں اس وقت جوان تھا۔ پھر انھوں نے فرمایا: ''مرحباً بك يا ابن أخي سَل عما شئت'' ''اے بھائی کے بیٹے! خوش آمدید! جو چاہتے ہو پوچھو۔'' میں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ کے حج کی تفصیل بتلایئے تو انھوں نے حجۃ الوداع کی تفصیل بیان فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ:

16 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عظمت پر تمام اہلِ سنت متفق ہیں۔ وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ احادیث کے حافظ اور سب سے زیادہ احادیث کی روایت کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والے تھے۔ ایک جنازے میں وہ جا رہے تھے، اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ راہ چلتے ہوئے جو مٹی ان کے پاؤں پر پڑ رہی تھی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو انھوں نے اپنے رومال سے اس مٹی کو صاف کیا۔ [1]

حضرت عتاب بن اَسید رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت:

17 حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی جویریہ سے نکاح کرنا چاہا تو اسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہی نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ناگوار جانا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی بنا پر نکاح کا ارادہ چھوڑ دیا۔ مصعب بن عبداللہ الزبیر نے کہا ہے:

"فشق ذلك على فاطمة فأرسل إليها عتّاب (بن اَسِيد) أنا أريحك منها، فتزوجها" [2]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارادہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر شاق گزرا تو حضرت عتاب نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کو اس پریشانی سے راحت دلاؤں گا، چنانچہ انھوں نے خود حضرت جویریہ سے شادی کر لی۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ''الاصابہ'' میں عتاب رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ فتح مکہ پر مسلمان ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طائف جاتے ہوئے مکہ مکرمہ کا گورنر بنایا تھا۔ فتح مکہ کے سال وہ امیر الحج بھی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ان کی زندگی میں انھیں اسی منصب پر باقی رکھا۔ یہاں یہ بات بھی لائقِ توجہ ہے کہ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ اموی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

---

[1] سير أعلام النبلاء (٢٨٢/٣)

[2] نسبِ قریش (ص: ١٨٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محدثینِ کرام اور اہلِ بیت:

18 اہلِ بیت سے محبت اور ان کی عظمت ہی کی بنا پر بعض محدثین نے آنحضرت ﷺ کے خاندان کے اہلِ علم کی روایات کو پہلے ذکر کیا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی الجامع الصحیح المسند، یعنی صحیح بخاری کا آغاز امام عبداللہ بن زبیر حمیدی کی حدیث «إنما الأعمال بالنيات... إلخ» سے کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام حمیدی رحمہ اللہ قریشی ہیں اور ان کا نسب آنحضرت ﷺ کے جدِ اعلیٰ ''قصی'' سے جا ملتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: «قدموا قريشا» ''قریش کو آگے کرو۔'' اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عظیم الشان کتاب کا آغاز امام حمیدی قریشی (رحمہ اللہ) کی حدیث سے کیا ہے۔[1]

19 اسی طرح امام بقی بن مخلد نے ''المسند'' لکھی تو امام یحییٰ اللیثی رحمہ اللہ کے بیٹے عبیداللہ اور اسحاق رحمہما اللہ ان کے پاس حاضر ہوئے اور احتجاج کیا کہ آپ ابومصعب احمد بن ابوبکر زہری رحمہ اللہ اور یحییٰ بن بکیر رحمہ اللہ کی روایات ہمارے والد کی روایات سے پہلے کیوں لائے ہیں؟ ہمارے والد کی روایات پہلے ذکر کرتے۔ امام بقی بن مخلد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابومصعب زہری رحمہ اللہ کی روایات پہلے اس لیے ذکر کی ہیں کہ وہ قریشی ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''قریش کو آگے کرو۔'' اور رہی یحییٰ بن بکیر کی روایات تو وہ عمر میں بڑے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: ''بڑے کو بڑا بناؤ۔'' یعنی اسے آگے کرو۔[2]

غور فرمایئے کہ حضراتِ محدثین رحمہم اللہ آنحضرت ﷺ کی پیروی میں کس قدر سرگرم تھے اور آپ کے خاندان کی کتنی تکریم وتعظیم کرتے تھے!

---

[1] فتح الباري (۱/۱۰)

[2] الصلة لابن بشكوال (۱/۱۰۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابن شیبہ نے فرمایا ہے کہ تمام اسانید سے زیادہ صحیح سند "الزهري عن علي بن الحسين عن أبيه عن علي" کی ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اہلِ بیت کی مرویات میں سب سے اصح سند "جعفر بن محمد عن أبيه علي عن جده الحسين (أي جد محمد) عن علي بن أبي طالب" کی ہے۔ بشرطیکہ حضرت جعفر رحمہ اللہ سے روایت کرنے والا ثقہ ہو۔[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ "علي بن الحسين عن أبيه عن جده" کی سند اصح الاسانید ہے اور جو روایات "عن أبيه عن جده" سے مروی ہیں، ان میں سب سے زیادہ شرف وفضل والی ہے۔[2]

20 امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کی مسانید کے بعد صرف چار صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات لائے، پھر اہلِ بیت کی روایات لائے ہیں، چنانچہ پہلے حضرت حسن کی، پھر حضرت حسین کی، پھر حضرت عقیل بن ابی طالب کی، پھر حضرت جعفر کی، پھر حضرت عبداللہ بن جعفر کی، پھر حضرت عباس کی اور پھر ان کی اولاد کی روایات لائے ہیں، رضي الله عنهم أجمعين.

اسی طرح جب "مسند النساء" کی روایات کا آغاز کیا تو اس کی ابتداء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے فرمائی۔

امام احمد رحمہ اللہ اور قرابت دار:

اِمام احمد رحمہ اللہ اس بارے میں کس قدر حساس تھے، اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ ان کے فرزند اِمام عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"رأيت أبي إذا جاءه الشيخ والحدث من قريش أو غيرهم

[1] معرفة علوم الحديث (ص: ٥٣۔ ٥٥)

[2] فتح الباري (٣/ ١١)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

من الأشراف، لا يخرج من باب المسجد حتى يخرجهم، فيتقدمونه، ثم يخرج بعدهم"[1]

''میں نے اپنے والدِ گرامی کو دیکھا کہ جب خاندانِ قریش میں سے کوئی شیخ یا جوان یا ان کے علاوہ اشراف میں سے کوئی ان کے پاس آتا تو وہ مسجد کے دروازے سے نہ نکلتے، پہلے انھیں نکلنے دیتے۔ انھیں آگے کرتے، پھر ان کے بعد خود نکلتے۔''

اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ مرض الموت میں مبتلا تھے، لوگ بکثرت ملاقات کے لیے آتے، مگر اکثر کو ملنے کی اجازت نہ دیتے جن میں بغداد کے قاضی اور اُمراء بھی ہوتے۔ لیکن جب بنوہاشم میں سے کوئی ملاقات کے لیے آتا تو انھیں ملنے کی اجازت دے دیتے۔[2]

اندازہ کیجیے کہ امام صاحب کے نزدیک خاندانِ ہاشم کی قدر و منزلت کیا ہے، اس لیے کہ یہ خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان تھا، جیسا کہ پہلے ہم عرض کر آئے ہیں۔

اس سے بھی عجیب تر بات وہ ہے جسے امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کو خلیفہ معتصم کے جلادوں نے جو کوڑے مارے تھے، ان سے ان کے جسم کا چمڑا بے حس اور مردہ ہو گیا تھا۔ طبیب اس کے علاج کے لیے آیا تو اس نے بتلایا کہ اس بے جان چمڑے کو کاٹنے کے علاوہ علاج ممکن نہیں۔ طبیب کے نشتر سے تکلیف ہوتی تو امام صاحب اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیتے اور فرماتے:

"اللّٰھم اغفر للمعتصم" ''اے اللہ! معتصم کو معاف فرما دے۔''

اور یہ دعا بتکرار کرتے رہے، تا آنکہ طبیب نے اپنا کام مکمل کر لیا۔ بعد میں

---

[1] الجامع لأخلاق الراوي و آداب السامع للخطيب (٨٠١)

[2] السير للذهبي (٣٣٦/١١) مناقب الإمام أحمد لابن الجوزي (ص: ٤٠٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طبیب نے کہا کہ لوگ جب کسی امتحان میں مبتلا کیے جاتے ہیں تو وہ ظالم کے لیے بد دُعا کرتے ہیں، مگر آپ کو میں نے دیکھا کہ آپ مسلسل معتصم کے لیے دعا کرتے رہے ہیں؟ امام صاحب کا جواب پڑھیے، فرماتے ہیں:

"إني فكرت فيما تقول، وهو ابن عم رسول اللّٰه ﷺ فكرهت أن آتي يوم القيامة وبيني وبين أحد من قرابته خصومة، وهو مني في حل"[1]

''تم نے جو کچھ کہا میں نے اس میں غور کیا ہے۔ معتصم رسول اللہ ﷺ کے چچا کا بیٹا ہے، میں نے ناپسند جانا کہ میں قیامت کے روز آؤں اور میرے اور آنحضرت ﷺ کے کسی قرابت دار کے مابین جھگڑا ہو۔ وہ میری طرف سے آزاد اور بری الذمہ ہے۔''

جس سے امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے قرابت داروں کی قدر ومنزلت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے "الصواعق المحرقة" کے تتمے میں اہلِ بیت کے مناقب اور ان کے خصائص میں تمام رطب و یابس مواد جمع کر دیا ہے اور بہت سی حکایات و رؤیا اسی حوالے سے ذکر کیے ہیں، شائقین اس کی مراجعت فرمائیں۔

امام مالک اور قرابت دار:

انھوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جعفر بن سلیمان (والیِ مدینہ طیبہ) نے امام مالک رحمہ اللہ پر اس قدر ظلم و جبر کیا کہ وہ بے ہوش ہو گئے اور اسی حالت میں انھیں گھر لایا گیا۔ جب ہوش آیا تو انھوں نے حاضرین سے فرمایا: ''میں تمھیں گواہ بناتا ہوں

[1] روضة العقلاء (ص: ١٦٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ میں نے کوڑے مارنے والوں کو معاف کر دیا ہے۔'' اس کے بارے میں ان سے عرض کی گئی کہ یہ معاف کرنا کس بنا پر؟ انھوں نے فرمایا: ''میں ڈرتا ہوں کہ میں مرجاؤں اور میری ملاقات نبیِ کریم ﷺ سے ہو تو مجھے ان سے حیا آئے گی کہ میری وجہ سے ان کی آل کے بعض افراد کو آگ میں ڈال دیا جائے۔''

خلیفہ منصور جب مدینہ طیبہ آیا تو اس نے امام مالک رحمہ اللہ کی دل جوئی کے لیے کہا کہ کوڑے مارنے والے سے آپ بدلہ لے لیں۔ تو انھوں نے فرمایا: اللہ کی پناہ، اللہ کی قسم! میں نے تو آنحضرت ﷺ کی قرابت داری کی بنا پر اسے اس وقت معاف کر دیا تھا جب وہ کوڑا میرے جسم سے اوپر اُٹھاتا تھا۔[1]

اسی طرح بعض حفاظ سے منقول ہے کہ خلیفہ متوکل کے دور میں ایک عورت نے متوکل کے سامنے دعویٰ کیا کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہے، یعنی سادات میں سے ہے جنھیں آج بھی ''الشریف'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ تو متوکل نے کہا: اس کی تصدیق کون کرے گا؟ کہا گیا: اس بارے میں حضرت علی رضا رحمہ اللہ سے دریافت کیا جائے، چنانچہ وہ تشریف لائے تو انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی اولاد کو درندوں پر حرام قرار دیا ہے، اسے درندوں کے سامنے ڈال کر دیکھ لو۔ جب اس عورت کو یہ بات کہی گئی تو وہ اپنے دعوے سے منحرف ہوگئی۔

متوکل سے کہا گیا کہ انہی سے اس بارے میں تجربہ کر لیجیے، چنانچہ اس نے تین شیر منگوائے، انھیں محل کے صحن میں کھلا چھوڑ دیا گیا اور حضرت علی رضا رحمہ اللہ کو بلاوا بھیجا۔ وہ تشریف لائے اور محل کا دروازہ بند کر دیا گیا تو شیر اُن کے گرد گھومنے لگے اور وہ انھیں پیار کرنے لگے۔ انھوں نے فرمایا: تم مجھے مارنا چاہتے تھے؟ اور فرمایا: اس کا تذکرہ آگے نہ کرنا۔

[1] الصواعق المحرقة (ص: ۱۸۰، ۲۳۸) سبل الهدى (۱۱/ ٤٤٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مورّخ مسعودی نے کہا ہے کہ یہ قصہ حضرت علی رضا رحمہ اللہ کا نہیں، بلکہ ان کے بیٹے حضرت حسن عسکری رحمہ اللہ کا ہے۔[1]

اس کی تائید آگے ان کے ترجمے میں علامہ ابن حجر مکی نے کی ہے اور مزید لکھا ہے کہ اسی قسم کا معاملہ خلیفہ رشید نے حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط سے کیا تھا۔ بھوکے شیروں نے انھیں کچھ نہ کہا اور ان کے قریب قریب گھومتے پھرتے رہے۔[2] **و الله أعلم.**

سادات کی جان پہچان اور ان کی قدردانی ہی کی بنا پر ایک دور میں سادات کے لیے سبز لباس تجویز کیا گیا، پھر سبز پگڑی اور بعد میں پگڑی پر سبز پٹی پر اکتفا کیا جانے لگا۔ حضرت علی رضا رحمہ اللہ نے تو خلفائے بنوعباس سے بھی کہا کہ سبز لباس پہنو، مگر اس پر عمل نہ ہو پایا۔ مامون نے انھیں اپنے بعد خلافت کے لیے نام زد کر دیا تھا، مگر حضرت علی رضا رحمہ اللہ مامون کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے۔[3] اور ان کے مشورے پر عمل نہ ہو پایا۔

خلفائے بنوعباس سیاہ لباس پہنتے تھے۔ شیعوں کی کتابوں میں جو سیاہ لباس پہننے کی مذمت میں ان کے ائمہ کے اقوال ہیں، وہ غالباً خلفائے بنوعباس کے اسی لباس کے تناظر میں ہیں۔

ہم نے یہ چند واقعات اس پس منظر میں لکھے ہیں کہ بتلایا جائے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلافِ اہلِ سنت کے نزدیک اہلِ بیت کی قدر و منزلت کیا ہے۔

---

[1] الصواعق المحرقة (ص: ٢٠٥)

[2] الصواعق المحرقة (ص: ٢٠٧)

[3] الصواعق المحرقة (ص: ١٨٥) التاج المكلل (ص: ٢٩٨) وغيره

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے ان کے مناقب یا اہلِ بیت کے ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتکریم اور ان کے فضائل ومناقب کا اعتراف تو یہ ایک طویل بحث ہے جو ہمارا موضوع نہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بالخصوص اہلِ بیت کی تکریم وتعظیم کی اور ان سے محبت کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اہل سنت اور اصحاب الحدیث اہل بیت [illegible]

جس کا ثبوت ان کے تمام عقائد و تحریرات [illegible]

صحابہ کرام [illegible] کی بات بھی ان [illegible]

ساتھ عقیدت و محبت کا رشتہ موجود ہے۔

اہل سنت اور روافض کے مابین ایک مختلف فیہ مسئلہ [illegible]

شیعہ سنی نزاع کی بنیاد بھی کہا جا سکتا ہے۔ اہل السنہ [illegible] سیدنا ابوبکر صدیق [illegible]

اور اجماع صحابہ (بشمول اہل بیت) کی بنا پر خلیفہ بلا فصل تسلیم کرتے ہیں، جبکہ اہل تشیع [illegible]

سیدنا علی ؓ کو منصوص خلیفہ اول مانتے ہیں۔ اس ضمن میں روافض کے دلائل میں ایک

''حدیث غدیر خم'' بھی ہے جس میں ان کے مطابق نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی ؓ کو اپنا جانشین

(وصی) نامزد کیا تھا اور صحابہ کرام ؓ کو انھیں خلافت سونپ دینے کی تلقین کی تھی۔ زیر نظر کتاب میں روافض

کی اسی مزعومہ دلیل کا علمی جائزہ لیا گیا ہے اور ان کے موقف کی حقیقت طشت از بام کی گئی ہے۔

حدیث غدیر خم میں چونکہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی ؓ سے [illegible] کے علاوہ

اہل بیت کے حقوق کی پاسداری کرنے کی بھی تلقین کی تھی، اس لیے مولانا اثری ﷾ نے زیر نظر رسالے

میں اس پہلو پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی ہے جس میں پہلے تو اہل بیت کا مصداق [illegible] اور بتایا کہ اہل بیت

میں کون کون سے افراد شامل ہیں، ساتھ ہی اس کے متعلق پیدا کردہ اشکالات کا تنقیدی جائزہ دیا، پھر

بیان کیا ہے کہ امت مسلمہ پر اہل بیت کے کیا کیا حقوق عائد ہوتے ہیں جن کو ادا کرنا ضروری ہے۔

کتاب کے مندرجات کی وثاقت اور استنادی حیثیت کے لیے حضرۃ العلام مولانا ارشاد الحق

اثری ﷾ کا نام ہی ایک معتبر حوالہ اور تحقیق کا آئینہ دار ہے۔ بلاشبہ انھوں نے نہایت تحقیق اور اہل السنہ

کے علاوہ شیعہ کے معتبر مصادر سے اس اختلافی بحث کو مدلل صورت میں قارئین کے سامنے نکھار کر پیش کیا

ہے۔ شکر اللہ سعیہ و جعلہ فی میزان حسناتہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کتاب کی طباعت و اشاعت کا اہتمام کرنے والے جمعیۃ القارۃ الہندیہ کویت کے

رئیس شیخ فلاح خالد المطیری ﷾ اور مرکز دعوۃ الجالیات کویت کے سرپرست مولانا عارف جاوید محمدی ﷾ کو

بھی اجر جزیل عطا کرے جن کی وساطت سے یہ کتاب شائع ہو رہی ہے۔ [illegible]

حافظ شاہد رفیق

[illegible]

دار ابی الطیب للبحث والتحقیق

Street no: 5, Hameed Colony, Gill Road, Gujranwala

+92-55-3823990 darabitayyab1@gmail.com

fb/darabitayyab www.darabitayyab.com

Designed By: 0307-4122161